دینِ عمل

تالیف

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

نوادرات پبلشرز لاہور، فیصل آباد

Marfat.com

دینِ عمل

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر
(ستارۂ امتیاز)

Marfat.com

جملہ حقوق بحق محفوظ ہیں

نام کتاب ——— دینِ عمل

84767

تالیف ——— ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

پروف ریڈنگ ——— محمد اختر ضیاء

اہتمام ——— صاحبزادہ عطاء المصطفیٰ نوری

سرِ ورق ——— عدیل الرحمٰن اظہر

کمپوزنگ ——— کاشف محمود، قاری محمد ساجد

ڈیزائننگ ——— ملک محمد مامون شہزاد

طابع ——— جامعہ ملیہ رسولیہ چک نمبر 154 گ ب، گوجرہ

مطبع ——— البغداد پرنٹرز گلی نمبر 5 مصطفیٰ آباد سرگودھا روڈ فیصل آباد 041-8788807

طبع ——— چہارم سنہ 2010ء

تعداد ——— 500

نوادرات پبلشرز لاہور/فیصل آباد

Marfat.com

دیباچہ

طبع چہارم

"دینِ عمل" کا یہ چوتھا ایڈیشن ہے، یہ مختصر مگر دلچسپ اور مفید کتاب ہے جو دین اسلام کو ایک انقلابی رنگ میں پیش کرتی ہے۔ اعتدال اور توازن کا داعی ضابطۂ زندگی جو میدانِ عمل میں انسان کو حوصلہ اور قوتِ فیصلہ عطا کرتا ہے، زندگی کو مشکل اور پیچیدہ بنانے کی بجائے آسان اور سادہ انداز اپنانے کی تحریک کرتا ہے، دنیا سے فرار کی بجائے سینہ تان کر سامنا کرنا سکھاتا ہے، دنیا کے پیچھے بھاگنے کی بجائے اس کا ساتھ دینے کی تعلیم دیتا ہے! انسانی زندگی کی ہر تلخی کو خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرتے ہوئے عملی راہیں سجھاتا ہے!

اسلام یہ بتاتا ہے کہ انسان قدرت کی شاہکار مخلوق ہے، پوری کائنات میں اس جیسی، اس کے ہم پلہ یا اسے شکست دینے والی کوئی مخلوق اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی نہیں فرمائی، انسان بلاشبہ اشرف المخلوقات ہے جو احسنِ تقویم یا بہترین سانچے میں ڈھالا گیا ہے۔ قرآن کریم کا یہ دعویٰ تھا جسے سائنس نے بھی بالآخر تسلیم کیا اور اسے ثابت کیا ہے!

انسان اگر سچے دل اور خلوصِ نیت کے ساتھ میدانِ عمل میں نکلے تو وہ ہمیشہ ہر میدان میں ہر طرح کامیاب ہوگا، قوتِ عمل انسان کا دل اور خلوصِ نیت اس کا ہتھیار ہے۔ کوئی بھی دلی عزم و ہمت اور نیک ارادے کے ساتھ اپنے مقصد میں کامیابی سے پہلے پیچھے ہٹنے کے لئے ہتھیار کبھی نہیں ڈالتا، وہ نہ تندیٔ بادِ مخالف سے کبھی ڈرتا ہے اور نہ کشمکشِ زندگی سے کبھی بھاگتا ہے کیونکہ اسے معلوم ہے کہ زندگی کی کشمکش سے بھاگنا شکست کا دوسرا نام ہے۔ بقول علامہ اقبال:

گریز کشمکش زندگی سے مردوں کی
شکست نہیں تو اور کیا ہے شکست!

Marfat.com

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	مقدمہ	1
2	کاروان زندگی کا سفر	16
3	دین عمل کا ضابطہ حیات	39
4	عقیدہ حق و حقیقت عمل	47
5	عمل صالح کی شریعت	52
6	قابل عمل مثالیت	60
7	حیات انسانی کا صراط مستقیم	78
8	بھوک کے خلاف اسلام کی معرکہ آرائی	97
9	عادلانہ تقسیم	123

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

"دین عمل" عرب دنیا کے ایک ممتاز عالم استاد محمد فتحی عثمان کی تصنیف "الدین للواقع" (دین برائے حقیقت) کا اردو ترجمہ ہے۔اس کتاب میں دین اسلام کو ایک دین عمل کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے جو زندگی کے سخت، مشکل اور تلخ حقائق سے گریز سکھانے کے بجائے ایمان و بصیرت کے ساتھ ان کا سامنا کرنے اور حل کرنے کی تربیت دیتا ہے اور نہ حرص و ہوس میں دیوانہ وار دنیا کے پیچھے بھاگنے کی اجازت دیتا ہے ۔یہ دین اعتدال اور توازن کا دین ہے ۔یہ "دینداروں" اور "دنیاداروں" کو الگ الگ گروہوں میں تقسیم کرنے کا قائل نہیں۔اس کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ فرما کر یہ مصنوعی تفریق ختم کردی ہے اور دنیا و دین کے درمیان توازن قائم کردیا ہے کہ:

"واعمل للدنیاک کانک تعیش ابدا واعمل لآخرتک کانک تموت غدا"

"اپنی دنیا کے لئے یوں دل لگا کر کام کر جیسے تو نے ہمیشہ یہیں زندگی گزارنا ہے اور آخرت کے لئے اس یقین اور اخلاص سے کام کر جیسے تو نے کل ہی مرجانا ہے۔"

اسلام کا نظریہ یہ ہے کہ یہ دنیا دارالعمل ہے جہاں سے گزر کر ہم نے دارالجزاء (بدلے کے جہاں) میں قدم رکھنا ہے۔دارالعمل میں جو کام کریں گے نیک یا بد، اس کا بدلہ دارالجزاء میں پائیں گے۔اسی لئے تو رسول عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

"الدنیا مزرعة الآخرة"

(دنیا تو آخرت کی کھیتی ہے) آج کام کرو گے تو کل کو اس کا اجر بھی پاؤ گے۔جتنا سچا اور خوبصورت عمل

Marfat.com

ہوگا اسی قدر عمدہ اور حسین انعام ملے گا۔اس میدان عمل میں ہم اپنا اپنا عمل اور سعی وکوشش کرنے کے لئے آئے ہیں کیونکہ خالق کل کا ارشاد ہے:

خلق الموت والحیوۃ لیبلو کم أیکم أحسن عملا

اس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہیں آزمائش میں ڈال کر یہ دیکھ سکے کہ کون تم میں سے اعمال کے لحاظ سے بہترین ہے۔"

ہمارے گردوپیش کی دنیا میں بہت سی تبدیلیاں واقع ہوچکی ہیں، جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کے طفیل مسافتیں سمٹ گئی ہیں اور وقت کی برق رفتاری نے کرہ ارضی پر تغیرات وانقلابات کی رفتار بھی تیز کردی ہے۔ان بدلتے ہوئے حالات اور دگرگوں حوادث زمانہ میں افغانستان میں ایک لادین ومنکر خدا سپر پاور نے مٹھی بھر اور بے تیغ مجاہدین اسلام کے ہاتھوں زک اٹھائی ہے تو دوسری طرف فلسطین میں معصوم بچوں اور نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں نے نسل پرست صیہونیوں کا کنکر اور روڑے سے ناک میں دَم کردیا ہے۔ساتھ ہی گراں خواب کشمیریوں نے بھی برہمنی سامراج کو چیلنج کردیا ہے۔گویا ایک بار پھر اسلام ایک زندہ قوت کے روپ میں سامنے آیا ہے۔یوں لگتا ہے کہ ممولے کے شاہین سے ٹکرانے کا وقت آگیا ہے اور قوت اسلام نے لشکر اعداء میں کھلبلی مچادی ہے:

دراج کی پرواز میں ہے شوکت شاہیں
حیرت میں ہے صیاد یہ شاہیں ہے کہ دراج

مگر سب سے نمایاں زیادہ حیرت انگیز انقلاب کمیونزم کے متشددانہ بلکہ ظالمانہ اقتصادی نظام کی واضح ناکامی ہے۔پھر یہ حقیقت بھی اپنی جگہ ثابت وقائم ہے کہ روحانیت سے محروم اور منکر خدا تہذیب مغرب کے فلسفہ مادیت نے عصر حاضر کے انسان کو نہ صرف خودغرض ومفاد پرست بنادیا ہے بلکہ اسے قلق واضطراب کے قعر مذلت میں بھی دھکیل دیا ہے۔آج کے مادہ پرست انسان کا المیہ یہ ہے کہ اس کے پاس سب کچھ ہے مگر کچھ بھی نہیں!دولت کی فراوانی،نعمتوں کے ڈھیر اور سہولتوں کی لامحدود مقدار موجود ہے مگر وہ پھر بھی مفلس،بھوکا اور بے چین نظر آتا ہے!گویا کمیونزم اور مغرب کی سرمایہ پرستی دونوں مادیت کے علمبردار ہیں مگر دونوں الگ الگ انتہاپسندی کے متضاد سروں پر کھڑے ہیں۔ایک

Marfat.com

فرد کی قربانی دے کر معاشرہ کو بچانے کا دعویدار ہے تو دوسرا معاشرہ پر تین حرف بھیجتے ہوئے فرد کی خودغرضی ومفاد پرستی کا ترجمان ہے مگر مادہ پرستی کے باعث دونوں لولے لنگڑے اور ناکام ہیں۔شاید وہ دونوں دوسری ٹانگ کے محتاج اور توازن واعتدال کے کسی نظام عدل کے منتظر ہیں!

اسلام سے پہلے کے تمام ادیان سماویہ یعنی وحی والہام ربانی پر مبنی مذاہب ہوں یا غیر سماوی ادیان یعنی وحی والہام ربانی کے بجائے محض اپنے بانیوں کی ذاتی ہدایات پر مبنی مذاہب ہوں، سب نے انسانی زندگی کے ایک ہی پہلو یعنی رسمی عبادات اور بعض اخلاقی اقدار پر اکتفا کیا، نمرود وفرعون اور عاد وثمود کو صرف اللہ کی عبادت اور غیر اللہ کو الٰہ ومعبود نہ بنانے کی دعوت دی جاتی رہی۔معاشرہ کی بقیہ سیاسی، اقتصادی، عسکری اور معاشرتی اقداران کے دائرہ عمل سے خارج تھیں اسی لئے یہ تمام ادیان ومذاہب ایک محدود زمان ومکان کے لئے تھے۔اگران میں سے بعد کی ترمیمات کے نتیجے میں کچھ مذاہب اپنے محدود زمان ومکاں کی حدود سے باہر نکلے بھی تو محض کسی سیاسی قوت کا طریقہ عبادت واخلاق ہونے کی وجہ سے جیسے مثلاً مسیحیت ہے جو آج بھی خدا کا حق خدا کو اور قیصر کا حق قیصر کو دینے کے اصول پر کاربند ہے مگر رومن شہنشاہیت کے طفیل یورپ کا مذہب بنا اور عالمی تبلیغی مذہب ہونے کا مدعی بھی ہے۔لیکن یہ صرف دین اسلام ہی وہ دین عمل تھا جو ایک ہمہ گیر پُر زور تحریک انقلاب بن کر ابھرا اور انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو یکسر بدل ڈالا۔اسلام کی آمد اور ظہور قدسی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک ہمہ گیر تغیر اور انسانی معاشرہ کی تمام اقدار میں وسیع، جامع اور دوررَس انقلابات کا نقطہ آغاز تھا۔تاریخ انسانی کی چودہ صدیوں میں کرہ ارض پر ہرسُو جو دیرپا اور مسلسل ترقی پذیر اثرات نظر آتے ہیں ان سب کا نقطہ آغاز دین عمل کا ظہور ہی ہے:

ہر کجا بینی جہان رنگ و بُو
آں کہ از خاکش بروید آرزو
یا زنور مصطفیٰ اورا بہاست
یا ہنوز اندر تلاش مصطفیٰ است

دین عمل اسلام تاریخ انسانی کا پہلا عالمی تبلیغی مذہب ہے کیونکہ مکہ مکرمہ میں ہی اس کا اعلان ہو چکا تھا کہ:

Marfat.com

قل یا ایھاالناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا

"فرما دیجئے کہ اے دنیا بھر کے انسانوں میں تم سب کیلئے اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔" (سورہ اعراف)

پھر صلح حدیبیہ کی فتح مبین (یعنی لڑائی کے بغیر واضح فتح پانے) کے بعد فوراً دنیا بھر کے حکمرانوں کے نام خطوط لکھ کر دعوت اسلام کو عام کر دیا گیا۔ آج یورپ کا عیسائی پادری نما مستشرق یہ کہتے ہوئے تھکتا ہی نہیں کہ اسلام تو صرف جزیرہ عرب کے لئے تھا جو بعد میں ایک عالمی تبلیغی دین بنا لیا گیا حالانکہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ مسیح علیہ السلام کا دین صرف "بنی اسرائیل کی بھیڑوں" تک محدود تھا مگر اسے رومن شہنشاہیت کا سرکاری مذہب ہونے کے باعث پورے یورپ پر ٹھونس دیا گیا۔ اسلام کے تتبع میں مسیحیت بھی ایک عالمی تبلیغی مذہب تو بن گیا مگر عقیدہ تثلیث کے گورکھ دھندے "اور خدا کا حق خدا اور قیصر کا حق قیصر کو دینے" کے اصول سے باہر نہ نکل سکا۔ بعد میں اٹھنے والی دنیا کی ہر تحریک خواہ وہ مذہبی ہو، سائنس اور علم و فکر سے تعلق رکھتی ہو یا سیاست و اقتصاد سے متعلق ہو اسلام سے متاثر اور اسلوب نبوی کی خوشہ چین نظر آتی ہیں۔ ان تحریکات میں بیسویں صدی کے ربع اول میں زور پکڑنے والی کمیونسٹ تحریک بھی اسلام کے اسلوب و طریقہ کار کی خوشہ چیں نظر آتی ہے، مگر زندگی کے صرف مادی پہلو تک محدود ہونے کے باعث یورپ کی سائنسی و مادی تحریکوں کی طرح لولی لنگڑی ہے اس لئے آج واضح طور پر ناکام نظر آتی ہے بلکہ بیسویں صدی کا سب سے بڑا پُر فریب خواب اور عظیم ترین المیہ ثابت ہو چکی ہے۔ بیسویں صدی کے اس سب سے بڑے فراڈ کی ناکامی جہاں آج کے انسان کے لئے سامان حیرت ہے، وہاں ایک عظیم صدمہ کا باعث بھی ہے!

کمیونزم کے جابرانہ اقتصادی نظام کی ناکامی کے اسباب سے مفصل بحث تو مستقبل کے مؤرخ و محقق کا کام ہے مگر جو بنیادی غلطیاں اس کے بانی سے سرزد ہوئیں اور جن کا ارتکاب کمیونزم کا لبادہ اوڑھ کر اپنا اقتدار ظلم مسلط کرنے والے آمروں نے کیا ان کی نشاندہی مناسب معلوم ہوتی ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ کارل مارکس انسان کے بنیادی مسئلہ یا مشکل کو سمجھنے میں غلطی کھا گیا۔ اس کی جدلیاتی مادیت کا فلسفہ انسانی تاریخ کے دبیز پردوں کے پیچھے چھپی ہوئی حقیقت کو پانے سے عاجز رہا۔ اس کے خیال میں چونکہ سرمایہ اور مزدور کی محنت کے اشتراک کے نتیجے میں تیار ہونے والے مال کی وہ فالتو قیمت

Marfat.com

جو نفع کی شکل میں اصل سرمایہ کی مقدار سے زائد ہے، اس کا سرمایہ دار کے کھاتے میں چلا جانا انسانی معاشرہ کے تمام شر و فساد کی اصل جڑ ہے۔ کارل مارکس کے ہاں مرض کی یہ تشخیص ہی غلط ہے۔ ظاہر ہے جب تشخیص ہی سرے سے غلط ہے تو اس کا علاج اور دوا اور بعد میں مترتب ہونے والے سب کے سب نتائج بھی غلط ہوں گے لہٰذا کارل مارکس کا یہ کہنا غلط ہے کہ ہر تبدیلی طبقاتی کشمکش کا نتیجہ تھی اور ہر طبقاتی کشمکش یا جنگ وجدال کا اصل سبب تاریخ انسانی میں ہمیشہ اقتصاد و معیشت کا پس منظر رکھتا تھا۔

کارل مارکس یہ تشخیص کرتے وقت مریض کی فطرت و جبلّت اور اس کے ظاہر و باطن سے بھی بالکل بے نیاز رہا۔ وہ یہ بھی نہ سمجھ سکا کہ وہ کمیونزم کا ''نسخہ کیمیا'' کسی جانور کے لئے تجویز کر رہا ہے یا حیوان ناطق و عاقل کے لئے! جانور کی فطرت ہے کہ وہ مشینی انداز میں کام کرتا ہے مگر حضرت انسان تو خود مشین ساز ہے بلکہ اسے بگاڑنے والا بھی وہی ہے۔ بھلا وہ مشینی انداز کیونکر اپنانے لگا۔ اپنا پیٹ بھرنے کے بعد جانور تو مشینی انداز میں جُت جانے کے لئے قابو میں آ سکتا ہے مگر انسان کے لئے تو یہ ممکن نہیں۔ وہ محض پیٹ بھر کر کھانا ملنے کے بعد جُت جانے کے لئے ہمیشہ قابو میں نہیں رہ سکتا۔ سرمایہ دار کے لئے اگر تیار شدہ مال کی ''فالتو قیمت'' حرام ہے تو پیٹ بھر کر کھانے کے لئے کافی مزدوری کے بعد بندہ مزدور کے لئے ''فالتو مزدوری'' کیونکر حلال ہوگی؟ گویا کارل مارکس نہ تو مریض کی حقیقت کو پا سکا اور نہ مرض کی تشخیص کر سکا۔ ایک غلط فلسفہ زندگی بلکہ ایک مجذوب کی بڑ کو روس کے سامراجی ڈکٹیٹروں نے ایک لبادہ کے طور پر استعمال کیا اور پرولتاری آمریت کے نام سے اپنی آمریت قائم کر کے اللہ کی مخلوق کو ظلم و جبر کی چکی میں پیستے رہے۔ دنیا کو مزدور کی جنت ارضی کا جھانسہ دے کر گمراہ کرتے رہے اور دنیا بھر میں نام نہاد سرخ سویرے اور سرخ انقلابات لاکھوں نہیں کروڑوں بے گناہ انسانوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹتے رہے مگر جب دیگ کے منہ سے ڈھکنا اٹھا اور دھند چھٹی تو کروڑوں بے گناہ انسانوں کی ہڈیوں پر کھڑی ہونے والی نام نہاد جنت ارضی ایک فراڈ اور دہکتے ہوئے جہنم کے سوا کچھ نہ تھی!

کمیونزم کا بانی و مؤجد کارل مارکس بے رحم و سنگدل مادہ پرستی میں ڈوبے ہوئے یہودی و عیسائی معاشرہ کا ردّعمل تھا۔ وہ اعتدال و توازن پر مبنی اسلام کے نظریہ حیات سے بھی باخبر نہ تھا یا کم سے کم پوری

Marfat.com

طرح آشناو آگاہ نہ تھا مگر کمیونزم کا لبادہ اوڑھ کر اسے عملی طور پر نافذ کرنے کے علمبردار آمر و جابر یقیناً اسلام کے خوشہ چین اور اسلامی تحریک کے عملی اسلوب اور طریقہ کار سے آگاہ تھے حدود اللہ کے عملی نفاذ میں اسلام کی سخت گیری کے مسخ شدہ تصور نے انہیں کمیونزم کے جبری نفاذ اور اللہ کی مخلوق پر بے پناہ ظلم و تشدد کی راہ سجھائی حالانکہ اسلام تو دین کے معاملے میں بھی لا اکراہ فی الدین کے اصول کے مطابق جبر و تشدد کو مسترد کرتا ہے چہ جائیکہ انسانوں سے اس کی آبائی میراث چھیننے کے لئے اقتصادی اصلاحات کے نام پر ظلم و تعدی اور جبر و اکراہ کے شرمناک ریکارڈ قائم کر دیئے جائیں!

یورپ اور امریکہ کا عیسائی دانشور بھی اسلام فہمی کے سلسلے میں ابھی تک صلیبی مخمصہ سے نہیں نکل سکا ۔وہ بھی ابھی تک ادھوری صداقت سے آگے بڑھنے کے لئے تیار نہیں۔وہ یہی جانتا ہے کہ اسلامی جہاد ایک خونخوار قوم کا شیوہ ہے جس سے جدید تمدن، سائنس اور ٹیکنالوجی کو خطرہ ہے یا وہ اس زعم باطل میں گرفتار ہے کہ اسلام محض یہودیت و مسیحیت کا چربہ ہے اور بس! اس کی ایک واضح مثال دی ون ہنڈرڈ (The one hundred) کا مصنف مائیکل ہارٹ ہے جو توحید پر ایمان کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامیابی کی حقیقی روح اور بنیادی کلید تصور کرتا ہے مگر یہ کہنے پر بھی مجبور ہے کہ شاید یہ توحید آپ نے اپنے زمانے کے یہودیوں اور عیسائیوں سے سیکھی ہوگی (حالانکہ تثلیث کے گورکھ دھندے میں مبتلا عیسائیوں اور عزیر علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا اور خود کو "ارباب من دون اللہ" سمجھنے والے یہودیوں کے پاس توحید کہاں تھی! مگر خبث باطن یا غلط فہمی کی بنیاد پر یہ شکر میں لپٹا ہوا زہر پلانے کے باوجود مائیکل ہارٹ دین عمل لانے والے رسول برحق رحمت عالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تاریخ انسانی کا سب سے بڑا مصلح اور کامیاب ترین لیڈر تسلیم کرنے پر مجبور ہے۔اس کی رائے میں داعی دینِ عمل دین و دنیا دونوں قسم کی زندگی میں کامیاب ترین انسان تھے (انہیں وہ سیکولر زندگی اور مذہبی زندگی کے دو الگ الگ محاذ قرار دیتا ہے۔لیکن وہ بیچارہ اس حقیقت کے ادراک سے عاجز ہے کہ دین عمل کی کامیابی کا حقیقی راز تو وہ اعتدال و توازن ہے جو فطرت ربانی کے قائم کردہ نظام کائنات کی روح بھی ہے اسی لئے تو دین عمل اسلام دین فطرت بھی کہلاتا ہے اس دین فطرت کا امتیاز یہی اعتدال و توازن ہے جو انسانی زندگی میں جب تک معدوم و مفقود رہا وہ لولی لنگڑی ہی رہی چنانچہ کبھی تو انسان پر زہد و رہبانیت کی تاریکی طاری

Marfat.com

ھوتی رہی اور کبھی وہ سرمایہ واقتدار کا پجاری بن کر نمرود و فرعون بنتا رہا۔ انسانی زندگی کو دین عمل نے جب اعتدال وتوازن سے روشناس کرایا تو وہ کامیاب وکامران ٹھہری پھر جہاں بھی اس اعتدال وتوازن میں خلل آیا وہیں ابتری و بربادی نے سر اٹھایا۔ فرد میں اعتدال وتوازن سے اضطراب اور بیماری سامنے آئی اور بالآخر موت چھا گئی۔ قوموں کو زوال نے چاٹ لیا اور نظام کائنات کے اعتدال وتوازن میں جب خلل آئے گا یا اس میں کوئی شیطانی قوت خلل انداز ہوگی تو اسی کا نام قیامت کی تباہی ہوگا!

دین عمل کے پیغام برحق کے لئے جو اصطلاح یا لفظ منتخب کیا گیا وہ "رسالت" ہے۔ جس کے مفہوم و معنویت کو انگریزی زبان کا لفظ مشن کسی حد تک ادا کر سکتا ہے تاہم دین عمل کا پیغام رسالت مشن سے بالا و برتر ہے بلکہ اس کی وسعت و جامعیت لامحدود ہے یہاں تو علم و حکمت کی بات کہیں بھی ہو وہ اسی دین عمل کی گم شدہ میراث ہے یہاں تو:

خیر الناس من ینفع الناس

"انسانوں کو سب سے زیادہ نفع پہنچانے والا ہی بہترین انسان ہے۔"

انسانیت کی پہچان ہے یہاں تو:

"ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم"

"تم میں سے اللہ کے ہاں سب سے افضل وہ ہے اور سب احترام وتکریم اسی کے لئے ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے یعنی حقوق اللہ اور حقوق العباد میں سب سے زیادہ احتیاط سے کام لینے والا ہو۔"

آدمیت کا معیار تسلیم کیا جاتا ہے اس لئے دین عمل کے پیغام اور رسالت کو نہ تو لفظ "مشن" ادا کرتا ہے اور نہ ہی اس کے مفہوم و معنویت کی حدود و قیود کا ادراک ممکن ہے۔ بس رسالت اسلام یا اسلامی مشن اپنی وسعت و جامعیت کے اعتبار سے بینظیر و بے مثال ہے تاہم اعتدال وتوازن کی علمبردار رسالت اسلام کا مقصد سات چیزوں کے اثبات اور سات چیزوں کی نفی سے پورا ہوتا ہے اور بالاختصار یوں بیان کی جاسکتی ہیں:

1- ایمان باللہ:

انسانیت اپنے ذہنی شعور کی خامی و ناپختگی یا دوسرے لفظوں میں اپنے عہد طفولت میں راستے

Marfat.com

میں آنے والی ہر قوت (شجر و حجر آگ پانی چاند سورج اور ستاروں) کے سامنے سربسجود ہوتی رہی۔ انسان کے اس ناپختہ ذہن نے اسے ہلاکت کی بہت سی وادیوں میں اتارا اور وہ شرک و بت پرستی میں گرفتار ہو کر نمرودوں اور فرعونوں کے دعوائے خدائی کو بھی مانتا رہا مگر اللہ وحدہٗ لاشریک پر ایمان یا دوسرے لفظوں میں عقیدہ توحید نے قلبِ انسانی سے باطل قوتوں کے خوف کو محو کر کے تعمیری قوت و صلاحیت کو کام میں لانے کا حوصلہ بخشا، گویا عقیدہ توحید باطل قوتوں کی نفی اور انکار اور اللہ وحدہٗ لاشریک کے اقرار سے عبارت ہے یہ عقیدہ انسان کے خوف کی پیداوار ہرگز نہیں بلکہ یہ تو خوف کا واحد علاج ہے۔ مومن موحد روئے زمین ہی نہیں بلکہ ساری کائنات میں کسی قوت کو خاطر میں نہیں لاتا عناصر فطرت کو اپنا غلام اور مسخر بناتا ہے اور نمرودوں اور فرعونوں کے سر سے تاجوں کو نوچتا اور ان کے نیچے سے تختوں کو کھینچ لیتا ہے، یہ عقیدہ توحید انسانیت کو رسالت و نبوت کے توسط سے پہنچا اور اس کے لئے حوصلہ و خود اعتمادی کی دولت کا سرمایہ ثابت ہوا ہے۔

لیکن لا الہ الا اللہ کا اقرار و اعتراف محض چند الفاظ و حروف کا نام نہیں بلکہ بقول شاعر:

چو گویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلات لاالہ را

یہ کلمہ توحید احکام الٰہی پر پختہ ایمان اور ان کی مکمل تعمیل کا نام ہے جو تمام عقائد و ارکان اسلام پر محیط ہے اس عقیدہ توحید کی منفی طرف شرک و بت پرستی کی نفی ہے۔ جو تمام اعمال بد کی جڑ ہے اور انسان کی تمام کمزوریوں کا مظہر بھی ہے، شرک جہاں انسان کو قسم قسم کی آلائشوں میں مبتلا کرتا ہے وہاں انسان پر خوف و دہشت بھی مسلط کر دیتا ہے جس سے انسان کی عملی قوتیں شل ہو کر رہ جاتی ہیں اور تعمیری صلاحیتیں سلب ہو جاتی ہیں، بقول اقبال:

بیم غیر اللہ عمل را دشمن است
کاروان زندگی را رہزن است

2- مقصد زندگی:

صدیوں سے انسانی سوچ اور فکری صلاحیتوں کو جس چیز نے حیرت کے سمندر میں مستغرق رکھا

Marfat.com

وہ مقصدِ زندگی کی تلاش ہے، اس مقصد کی ماہیت و کیفیت تک رسائی نے فلاسفہ و مفکرین کو شدید الجھنوں میں مبتلا رکھا، جبر وقدر، مادیت وثنویت اور خدا معلوم کیا کیا فلسفیانہ مذاہب ومسالک وجود میں آتے رہے مگر دینِ عمل کے پیغام برحق نے اس الجھن کو دو لفظوں میں حل کر دیا ہے کہ:

خلق الموت والحیوۃ لیبلوکم ایکم احسن عملاً

"زندگی وموت کا سلسلہ اللہ رب العزت نے صرف اس لئے بنایا ہے کہ وہ یہ آمائش کرنا چاہتا ہے کہ تم میں سے عمل کے اعتبار سے کون افضل واحسن ہے۔"

(سورہ ملک)

گویا اس ایک اشارہ نے سمجھا دیا کہ مقصدِ زندگی کے لئے رونے دھونے یا بھاگنے بھٹکنے کی ضرورت نہیں بس اللہ ہم میں سے ہر چھوٹے بڑے کو اپنے اعمالِ زندگی میں حسن وجمال کا مظاہرہ کرتے دیکھنا چاہتا ہے۔ کیا خوب فرمایا مولانا ظفر علی خان نے:

جو فلسفیوں سے حل نہ ہوا اور عقدہ وروں سے کھل نہ سکا
وہ راز اک کملی والے نے سمجھا دیا چند اشاروں میں

لیکن یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہئے کہ یہ حسنِ عمل زندگی کے ہر میدان میں مطلوب ہے۔ عقائد وارکانِ اسلام سے لے کر زندگی کے چھوٹے سے چھوٹے عمل کو شامل ہے اسی لئے تو ارشادِ نبوی یہ ہے کہ:

" اذا عمل احدکم عملا فلیتقنہ "

"جب تم میں سے کوئی کام کرے تو اسے پختہ طریقے سے انجام دے۔"

گویا ہر کام خونِ جگر صرف کر کے انجام دینا ہے۔ لسانِ نبوت کا یہ بھی حکم ہے کہ جب کوئی دنیا کا کام کرو تو اس حسن اور پختگی سے خونِ جگر صرف کر کے انجام دو جیسے تم نے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس دنیا میں رہنا ہے اور جب آخرت کے لئے کام کرو تو اس توجہ وانہماک سے عبادت کرو کہ جیسے تم نے کل ہی مر جانا ہے (نماز پڑھو تو یہ سمجھ کر مصلّے پر کھڑے ہونا جیسے یہ تمہاری زندگی کی آخری نماز ہے، پھر دیکھو نماز میں کیا لطف آتا ہے اور محویت کا کیا عالم طاری ہوتا ہے) یہاں کا حسنِ عمل ہی وہاں کام آئے گا۔ آج کا

Marfat.com

کیا ہوا پختہ کام ہی کل خوبصورت نتائج لائے گا۔اسی لئے تو فرمایا گیا کہ:

" الدنیا مزرعة الآخرة "

"یعنی دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔"

یہی حسن عمل ہے جو خاک کے پتلے کو جنت کا مستحق ٹھہراتا ہے ورنہ جہنم ہی جہنم ہے۔ بقول اقبال:

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

حسن عمل کے مقابلہ میں منفی عمل سوئے عمل یا کج روی ہے جو زندگی کے متعلق غلط تصور سے پیدا ہوتی ہے،فرد اور معاشرہ کی تخریب وتباہی کا سبب یہی کج فہمی اور کج روی ہے۔اس منفی روش سے باز رکھنے کے لئے دین عمل نے دلائل وبراہین سے عقل انسانی کو جھنجھوڑنے کا سامان کیا ہے۔

حسن عمل کا دارومدار چونکہ علم صحیح پر ہے اس لئے وحی ربانی کی پہلی کرن جو غارِ حراء سے پھوٹی اس نے علم وقلم کی عظمت کو عیاں کر دیا جس دین عمل کا نقطہ آغاز علم وقلم کی عظمت کے بیان واعتراف سے ہوا،اس میں علم وقلم کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔داعی دین عمل حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم کو ہر مسلمان مرد وعورت کا فریضہ قرار دیا ہے(آج کی متمدن دنیا کے دستوری حقوق میں علم کو ہر شہری کا حق قرار دیا گیا جو بات فریضہ میں ہے وہ حق میں نہیں کیونکہ حق سے تو آدمی دستبردار بھی ہو سکتا ہے مگر فریضہ سے بری الذمہ صرف ایک صورت میں ہو سکتا ہے جب وہ ادا ہو جائے)اچھے برے عمل کے لئے علم کی ضرورت کا احساس دلاتے ہوئے ارشاد نبوی ہے کہ:

" کن عالماً او متعلماً ولا تکن ثالثا فتھلک "

"یعنی علم سکھانے والے عالم بنو یا سیکھنے والے متعلم بنو، تیسرا راستہ اختیار نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے!

3- وحدت نسل انسانی:

رسالت اسلامی کی رو سے رنگ ونسل پر اترانا یا غرور کرنا ایک منفی سوچ ہے اس لئے دین عمل اسے ایک فضول قسم کا گھمنڈ قرار دیتے ہوئے مسترد کرتا ہے اور وحدت نسل انسانی کے عقیدہ کو ماننے کی

Marfat.com

دعوت دیتا ہے۔ یہ عقیدہ رنگ و نسل کے امتیاز کو انسانیت کی توہین کے مترادف قرار دیتا ہے۔ قرآن کریم کی تعلیمات کی رو سے سب انسان نفس واحدہ کی اولاد ہیں، اس لئے ایک باپ کے بیٹے رنگ و نسل کے امتیاز کے سزاوار نہیں ہو سکتے، جب مرتبہ اور فضیلت میں سب کا ورثہ برابر ہے تو کسی پر ترجیح کیسے!

دین عمل میں وحدت انسانی کے تصور کو جو اہمیت حاصل ہے اس کا اندازہ اس حقیقت سے لگایا جا سکتا ہے کہ کاروان اسلام کے اولین مسافر مکہ مکرمہ میں بسنے والے مختلف نسلوں سے تعلق رکھنے والے لوگوں پر مشتمل تھے۔ بلال حبشی، صہیب، رومی اور سالم رضی اللہ عنہم اس مقدس کاروان کے اولین مسافر تھے۔ حجۃ الوداع کے خطبہ میں داعی حق کے آخری پیغام میں بھی عرب و عجم و سفید اور رنگ و نسل کے امتیاز کو مسترد کرنے کا اعلان فرمایا گیا۔ امام ابن تیمیہ نے اقتضاء الصراط المستقیم میں حضرت معاذ بن جبل کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ مدینہ منورہ میں ہجرت نبوی کے بعد ایک عرب بدوی اصحاب رسول کے ایک حلقہ کے پاس سے گزرا جس میں مہاجرین اور انصار کے بزرگوں کے ساتھ بلال، سلمان، صہیب اور سالم بھی جمع تھے۔ بدوی نے دیکھا تو کہنے لگا کہ مہاجرین و انصار کا اتباع رسول تو سمجھ میں آتا ہے مگر یہ رومی گورا، بلال حبشی اور سلمان عجمی یہاں کیا لیتے ہیں حضرت معاذ نے سے گریبان سے پکڑا اور بارگاہ رسالت میں لے گئے۔ داعی دین عمل یہ جان کر اس قدر ناراض ہوئے کہ میں نے اس غیظ و غضب میں پہلے اور بعد میں آپ کو کبھی نہ دیکھا، ناراضگی کے عالم میں گھر سے نکلے تو زمین پر گھسٹتی ہوئی چادر کا بھی خیال نہ رہا۔ مسجد نبوی کے منبر پر تشریف فرما ہوئے اور خطبہ میں ارشاد ہوا کہ:

> ”لوگو! سنو سب کا رب ایک ہے، سب کا باپ بھی ایک ہے، ہم سب آدم کی اولاد ہیں جو مٹی سے پیدا کئے گئے، یاد رکھو کہ عربی تو ایک زبان ہے، کسی کی ماں باپ نہیں ہے اس لئے عرب و عجم اور کالے اور گورے کا امتیاز ایک باطل گھمنڈ ہے اسے دل سے نکال دو!“

Marfat.com

4- مساوات:

رنگ ونسل کے غرور کے قدرتی نتیجہ نے انسان کوایک اور منفی کج فہمی اور کج روی میں مبتلا کر دیا۔ انسانی معاشرہ نسلی تفاوت اور طبقاتی کشمکش میں گرفتار ہو گیا۔ یہی وہ لعنت ہے جس نے اچھوت جیسے کمینہ تصور کو جنم دیا اور کم تر انسانی طبقات کی تحقیر کے گناہ عظیم کو عام کیا غریب کے اصول اور امیر کے اصول اور قرار پائے، کمزور کے لئے قانون اور، طاقتور کے لئے قانون اور بنا، دین عمل نے اس کج فہمی وکج روی کو مسترد کرتے ہوئے نظریہ مساوات کی ضرب کاری سے اسے ختم کیا ہے۔ یہ نظریہ مساوات دراصل عقیدہ وحدت نسل انسانی کا بدیہی اور فطری نتیجہ ہے۔ اسلام میں حقوق وفرائض میں چونکہ سب برابر ہیں اس لئے فضائل و مراتب کا تعین بھی ان حقوق وفرائض کی ادائیگی سے ہوتا ہے۔ محض اونچی ذات یا کوئی خاص رنگ ونسل کسی مرتبہ یا فضیلت کا باعث نہیں ہوسکتا!

5- عظمت واحترام:

وحدت نسل انسانی اور معاشرتی مساوات کے بعد اگلا قدم اولاد آدم کی یکساں و بلا امتیاز عزت واحترام ہے۔ توحید باری تعالیٰ کے عقیدہ سے انحراف نے جہاں انسان کے ضمیر کو قسم قسم کی آلائشوں اور اخلاقی ونفسیاتی امراض سے دوچار کیا ہے وہاں وحدت نسل انسانی اور مساوات سے انکار نے کچھ کو احساس برتری اور کچھ کو احساس کمتری کے مخمصہ میں پھنسا دیا۔ آج ہر انسان ہمیں عزت نفس کا بھوکا اور مجروح الجذبات نظر آتا ہے۔ جذبات واحساسات کے یہ زخم اور عزت نفس سے محرومی انسانی معاشرہ میں ابتری اور شدید اضطراب کا باعث ہے۔ اسی حقیقت کو پیش نظر رکھتے ہوئے عظمت واحترام آدمیت کو دین عمل میں خصوصی اہمیت دی گئی ہے۔ سب سے پہلے تو یہ احساس دلایا گیا کہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور خالق کائنات کے دست قدرت کا کرشمہ ہے۔ اللہ رب العزت نے احسن تقویم کا تاج اسی کے سر پر سجایا ہے۔ اولاد آدم کی عزت وتوقیر اور عظمت واحترام کا اعلان فرماتے ہوئے ارشاد کیا ہے:

> ”ہم نے اولاد آدم کو عظمت واحترام بخشا ہے اور انہیں بحر وبر میں سواری عطا فرمائی ہے اور انہیں پاکیزہ اشیاء کا رزق دیا ہے اور اپنی بیشمار مخلوق پر فضیلت بخشی

Marfat.com

ہے۔" (سورۃ بنی اسرائیل)

اس آیت کریمہ کی رو سے تمام اولاد آدم کی میراث مشترک قرار پائی ہے اور کائنات کی ان اشیاء پر سب کا یکساں حق ہے۔(1) اولاد آدم میں سے ہر فرد بلا امتیاز عزت و احترام کا مستحق (2) بحر و بر اور فضاؤں کو سب کے لئے یکساں مسخر کیا گیا ہے۔ ابن آدم ان قوتوں پر سواری کرنے کے لئے ہے ان کی پرستش کے لئے نہیں آیا (3) رزق حلال ہر ابن آدم کا پیدائشی حق ہے کسب حرام کے تمام دروازے اگر بند ہو جائیں تو کوئی فرد بھوکا نہ رہے۔(4) فضیلت کا تاج بھی تمام اولاد آدم کا یکساں اور مشترک استحقاق ہے مگر فرزندان آدم کا یہ احترام ہر فرد کے رویہ پر موقوف ہے۔ حق آدم تب ہی ادا ہو سکتا ہے جب ہر فرد اپنے بھائی کے احترام میں پہل کرنے کی کوشش کرے۔ اسی کا نام آدمیت ہے بقول اقبال:

آدمیت احترام آدمی
باخبر شو از مقام آدمی

6- اخوت:

توحید پر ایمان اور زیور علم سے مزین ہو کر حسن عمل پر کاربند ہونے والی بندگان حق کی جماعت وحدت نسل انسانی مساوات اور احترام آدمیت پر عمل پیرا ہونے کے بعد انسانی معاشرہ کے حسن و جمال میں اضافہ کرنے کے لئے ایک قدم اور آگے بڑھتی ہے اور اخوت اسلامی کے رشتہ میں باہم منسلک ہو جاتی ہے۔ اخوت کا یہ جذبہ اللہ رب العزت کا اس امت پر ایک خاص انعام ہے:

" فاصبحتم بنعمته اخوانا "

"یعنی تم اللہ کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے۔"

میں اس خصوصی انعام کا احساس دلایا گیا ہے مواخات مکہ اور پھر مواخات مدینہ کے تاریخی واقعات نے اخوت اسلامی کو حقیقت کا روپ دیا ہے یہ اخوت اسلامی دنیا بھر کے اہل فکر کے لئے دعوت فکر بھی ہے اور ایک ناقابل فراموش درس عبرت بھی۔ مشہور مستشرق جے ایس ہوئے لینڈ کہتا ہے:

The fellow feelings of Moslems from Moroco to China whatever their race or colour, their language or

Marfat.com

nationality, is a great object lesson to mankind in the possibility of a univesal brother hood based on spiritual ideals. If Islam has succeeded in transcending many of the obstacles to brother hood and equelity which have proved so fatal under other creeds, it must be possible for a still wider fellow ship to be established which shall unite the whole of mankind.

7- خدمت آدمیت:

انسانیت کی خدمت کو انسان کا اصل کام اور اصل مشن قرار دینے والا سب سے پہلا مذہب دین اسلام ہے اور دین عمل کی تعمیر انسانیت کے لئے عظیم انسانی تحریک کا نقطہ عروج یہی مشن ہے، قرآن کریم کی سب سے پہلی وحی نے علم و قلم کا بول بالا کیا مگر اس کے بعد والی آیت نے انسان کی اس عادت بد اور خبیث بیماری کا ذکر کیا ہے جو ازل سے آج تک انسانیت کے ماتھے پر بدنما داغ ہے، ارشاد ربانی ہے:

"خبردار ہو کر سن لو کہ انسان کے پاس جب دولت آتی ہے تو وہ سرکشی پر اتر آتا ہے۔"

گویا وہ دولت پر سانپ بن کر بیٹھ جاتا ہے، نشہ دولت میں اپنے رشتے ناتے سب بھول جاتے ہیں اور وہ انسان کو انسان بھی نہیں سمجھتا حالانکہ دین عمل کی رو سے انسان تو اس کے برعکس ایک مقدس مشن کے لئے پیدا ہوا ہے اور اس مقدس مشن کا تذکرہ سورہ بلد میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے کہ پہلے انسان پر اپنے انعامات جتائے ہیں پھر اس فرض منصبی اور انسانی مشن کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے: مگر انسان ان دو مشکل کاموں کے لئے میدان میں نہ آیا بھلا تجھے معلوم ہے کہ وہ دو مشکل کام ہیں کیا؟ انسانوں کو آزادی دلانا اور دنیا سے بھوک مٹانا! روئے زمین پر انسان کی تاریخ شاہد ہے کہ ہر دور کی طرح آج بھی انسان کے دو بڑے مسئلے ہیں یعنی بھوک اور آزادی، قرآن کریم کے نزدیک یہ دونوں کام ہر فرد انسانیت کا اصلی مشن اور منصبی فریضہ ہے۔ ہر انسان اپنے بھائی انسان کی آزادی کا محافظ اور

Marfat.com

سے افلاس اور بھوک سے نجات دلانے کے لئے ہے، اپنے بھائی کو غلام بنانا یا اس کے منہ سے نوالہ چھیننا انسان کا کام نہیں بلکہ اس کی آزادی کا تحفظ اور اپنے منہ کا نوالہ بھی اس کے منہ میں ڈالنا اس کا منصبی فریضہ ہے!

دین عمل کے یہ سات نظریاتی اصول ہیں جن سے دنیا تو کیا شاید خود مسلمان بھی واقف نہیں، جہالت اور پسماندگی کے باعث سب ان سے بے خبر ہیں۔ اس لئے نظریات کو شکل دینا امت کے اہل علم اور قائدین کا کام ہے، برق رفتار تیزی سے رنگ بدلتی ہوئی اس دنیا میں اگر ہمارے علماء نے اپنی روش نہ بدلی اور باہمی جھگڑوں سے نہ نکل سکے تو وقت انہیں کبھی معاف نہیں کرے گا، آئندہ صفحات میں دین عمل کے بعض نظریاتی پہلو زیادہ نمایاں ہوں گے مگر اصل ضرورت ان نظریات کو عملی شکل دینے سے پوری ہوتی ہے بشرطیکہ ہمیں اس کا احساس ہو سکے ورنہ اقبال تو ہماری حالت زار اور کاروان اسلام کا پہلے ہی ماتم کر گیا ہے:

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

اسلام آباد
16 جنوری 1990ء

ڈاکٹر ظہور احمد اظہر

Marfat.com

کاروانِ زندگی کا سفر

جس طرح اللہ رب العزت نے اپنے ارشاد "کن" میں تخلیق ودیعت کر دیا ہے تا کہ یہی ایک لفظ کاروانِ حیات اور سلسلہ کائنات کا سرچشمہ آغاز بن جائے اور پھر فطرت کے مختلف اصول وقوانین کے مطابق ہست و بود کا یہ سلسلہ تطور وارتقاء کے مراحل طے کرتا چلا جائے اور کاروانِ زندگی تلاش منزل میں ہمیشہ کے لئے اپنی راہ پر رواں دواں ہو جائے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے گٹھلی، دانے اور انڈے میں اسرارِ حیات ودیعت کر دیئے ہیں تا کہ ان سے ایک ایسی ذی روح کائنات جنم لے سکے جس کے اپنے اعضاء و جوارح ہوں۔ جو اپنا اپنا وظیفہ و فریضہ انجام دینے کی صلاحیت رکھتے ہوں۔ پھر یہ ذی روح کائنات مختلف ادوار ومراحل سے گزرتے ہوئے اپنے بعد اپنے جیسی ذی روح اشیاء کے ایک نئے سلسلے کو یہی رازِ حیات منتقل کرتی چلی جائے۔

پھر جس طرح اس مخلوقات کا دائرہ پھیلتا جاتا ہے جو خالق کائنات کے اس عزم سے پھوٹ نکلی ہے جو اسی دوحرفی کلمہ کن میں پنہاں ہے.....اور جس طرح اس زندگی کا حلقہ وسیع سے وسیع تر ہوتا جاتا ہے جس کے سبب زندگی کے اصولوں کا ظہور اور ترتیب عمل میں آتی ہے بالکل اسی طرح دین اور مذہب کا سلسلہ بھی جاری ہے! وہ دین جو عبارت ہے اللہ وحدہٗ لاشریک کی ذات پر ایسے ایمان سے جو اس دنیا کے انسانوں کی زندگی کو تعمیر و توانائی بخشتا ہے۔ دین جو عبارت ہے ایک ایسے عقیدے سے جس سے تہذیب و تمدن کی تخلیق ہوتی ہے اور وہ دین جو عبارت ہے ایک ایسی عبادت سے جو انسانی

Marfat.com

معاشرے کی پرورش اور تربیت کی ضامن ہے۔

پھر جس طرح زمان و مکان کے اعتبار سے خلق و حیات یا مخلوق اور زندگی کے سلسلے وسیع سے وسیع تر ہوتے جاتے ہیں اور ان وسعت پذیر سلسلوں میں رازِ خلق اور دانہ زندگی سے مراد ظاہر شکل یا خارجی صورت نہیں ہوتی بلکہ اس کے پس منظر میں چھپی ہوئی قوت محرکہ اور اندرونی خصائص ہوتے ہیں بالکل اسی طرح دین سے مراد الفاظ و تعلیمات کی چند ظاہری اور جامد رسومات کا مجموعہ نہیں جسے اوراق میں مقید کر دیا جائے یا انسان اسے ایک دوسرے سے سنتے چلے جائیں بلکہ دین تو نام ہے اس روئے زمین پر کاروانِ حیات کا رواں دواں رہنا اور اس قافلہ زندگی کے راستوں پر دین عمل کی روشن کرنوں کا ضوفشاں رہنا جہاں انسان کے جسم و روح، قلب و دماغ اور رہن سہن کے طریقوں کو راہنمائی میسر آتی رہے۔

یہی وجہ ہے کہ اہل ایمان کے اوصاف و علامات صرف محرابوں میں نماز گزار نمازیوں کی پیشانیوں تک محدود نہیں بلکہ ایمان کی یہ علامات تو کبھی علماء کی بحث و تحقیق میں چمکتی دمکتی نظر آئیں گی، کبھی کام کرنے والوں کے حسین کارناموں میں نمایاں ہوں گی اور کبھی اہل فن کی فنکارانہ کوششوں میں جلوہ گر دکھائی دیں گی، سچ تو یہ ہے کہ دین زندگی کی تمام کوششوں اور شعبوں میں تمدن کی تخلیق کرتا ہے ایسا تمدن جو تجدد و تطور پذیر ہے۔ جیسے جیسے نسلیں جنم لیتی ہیں اور معاشرے ترقی کرتے ہیں اسی قدر تمدن کا یہ تجدد و تطور بھی آگے بڑھتا رہتا ہے۔ دین محض چند رسوم و تعبیرات کے بے حس و بے حرکت مجموعے کا نام نہیں جو تجدد و تطور کے بغیر خود کو دہراتا چلا جائے۔

وہ شخص غلطی پر ہے جو کلمہ ''کن'' کے اشتقاق اور اس کی گردان کا مطالعہ کر کے یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ اس نے تخلیق کا مفہوم جان لیا ہے اور اس کے قوانین و نوامیس کو بھی اس نے سمجھ لیا ہے یا کوئی اس لفظ کو خوش خط لکھ کر ایک خوبصورت فریم میں سجا دے اور یہ سمجھ لے کہ اس نے بھی ''کن'' کا مفہوم اور تخلیق کا راز پا لیا ہے تو وہ غلطی پر ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کر بیٹھے کہ اس نے چند گٹھلیوں یا انڈوں کے ایک مجموعے کو ظاہر سے دیکھ لیا ہے جو مختلف مراحل حیات سے گزرتے ہوئے اپنے حیوانی وظائف کی ادائیگی کے لئے تیار ہو رہے تھے۔ اس لئے اب اس نے زندگی کے تمام اسرار کا احاطہ کر لیا ہے تو وہ بھی یقیناً غلطی پر ہے۔ بالکل اسی طرح وہ شخص بھی خطا کار ہے جو یہ فراموش کر بیٹھتا ہے کہ اس

Marfat.com

نے دین سے تو زندگی کا ایک جوش و ولولہ حاصل کرنا ہے۔ چند الفاظ کا منہ سے نکالنا یا بعض حرکات افعال کا رسمی انداز میں عمل میں لانا دین نہیں ہے۔ دین محض رسومات یا اوراد و وظائف کا نام نہیں بلکہ دین تو ایک جوش عمل کی انقلابی قوت تحریک کا نام ہے!

جب تم کسی شہر میں جاؤ تو وہاں جا کر اس شہر کے عبادت گزاروں یا عبادت خانوں میں آنے والے پجاریوں کا مت پوچھو کیونکہ یہ کام کوئی مشکل نہ ہوگا اس لئے کہ تم بڑی آسانی سے عبادت خانے میں عبادت کے لئے جا کر وہاں آنے والوں کو دیکھ لو گے۔ اس کے بجائے جب تم کسی شہر میں جا پہنچو تو وہاں پوچھنے کی بات یہ ہوگی کہ یہاں ان اہل ایمان کی تعداد کیا ہے جنہیں ان کے عقیدے نے جوش و ولولہ عطا کیا اور انہیں ان کی عبادت نے نصیحت و عبرت فراہم کی چنانچہ وہ عبادت سے فراغت کے بعد زمین کے گوشوں میں چل نکلے، اللہ کی نعمتوں اور فضل و کرم کو تلاش کرنے کے لئے سرگرم ہو گئے۔ ان میں سے کچھ تو ایسے اہل علم بن گئے جنہوں نے تخلیق کائنات کے راز معلوم کر کے اور کائنات کے گوشوں میں ودیعت کردہ قوتوں کا انکشاف کر کے اللہ رب العزت کی عبادت کا حق ادا کیا۔ کچھ ان میں سے ایسے بندگان خدا نکلے جنہوں نے اللہ کے تخلیق کئے ہوئے وسائل رزق دریافت کر کے اس کے بندوں کے لئے روزی کا سامان پیدا کر کے اپنے پروردگار کی عبادت کا حق ادا کر دیا اور بعض ایسے اہل فن نکلے جن کی روحوں کے حسن و جمال پر اللہ کی کائنات کے حسن و جمال کا عکس پڑا، چنانچہ وہ اپنے برشوں، سازوں اور قلموں کے ذریعے اس پروردگار کی تسبیح و تقدیس میں لگ گئے جس نے روحوں کو وجود بخشا اور کائنات کو تخلیق فرمایا۔

تاریخ میں مسلمانوں کی عظمت کا تذکرہ اس لئے نہیں آ گیا کہ انہوں نے صرف چند کلمات کا ورد کر لیا یا چند رکعت نمازیں ادا کر دی تھیں بلکہ ان کا تذکرہ تاریخ میں اس لئے آ سکا کہ مدینہ منورہ، دمشق، بغداد، قرطبہ اور غرناطہ سے اسلام کے جھنڈے بلند ہوئے تھے جو ایک ترقی پذیر اور تعمیری انسانی تمدن کے قیام کا اعلان کر رہے تھے۔ یہ لوگ تاریخ کے صفحات میں جو حیات دوام حاصل کر گئے تو صرف اس لئے کہ یہ ایک نئی امت کا تصور لے کر اٹھے تھے جو انسانیت کے لئے ایمان، بھلائی اور نیکی کی علمبردار تھی۔

Marfat.com

یوں دین اپنی قوت کے سرچشموں میں بقائے دوام حاصل کرتا ہے۔اس کی قوت کے یہ غیر فانی سرچشمے کبھی رکا نہیں کرتے کیونکہ اگر یہ سرچشمے کسی صورت میں رک جائیں تو پھر یہ قوت بھی منجمند ہو کر رہ جائے گی اور اس میں جدت کی روح معدوم ہو جائے گی۔

چنانچہ وہی لوہا جو پتھر کے انسان کے عہد میں بھی موجود تھا آج وہی لوہا ایٹمی بھٹیوں میں بھی کام آ رہا ہے۔ وہ انسان جو اپنے اوزار صرف پتھر سے بنا سکتا تھا بعینہ وہی انسان آج ایئر کنڈیشنڈ راکٹوں کے ذریعے چاند کی طرف محوسفر ہے۔ کائنات کے مواد خام کے سطحی اور خارجی مظاہر تو طویل صدیوں میں بڑی سست روی اور بوجھل انداز میں تغیر پذیر ہوتے ہیں اسی طرح ''خام انسانی مواد'' بھی اپنی خاصیت اور اصلیت نفسانی کے اعتبار سے تبدیل نہیں ہوتا تو پھر کیا چیز تبدیل ہوتی ہے؟ کون سی شے تغیر پذیر ہے؟ یہ زندگی ہے! یہ زندگی ہی ہے جو نشو و نمو، تطور و ارتقاء اور پھیلاؤ کے مراحل سے گزر رہی ہے ارشاد ربانی ہے:

''اے انسانو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس نصیحت آ چکی ہے۔.....

وہ دلوں کے لئے شفا سا ہے، ہدایت ہے اور اہل ایمان کے لئے رحمت ہے!''

اللہ کی ارسال کردہ نصیحت صرف ان چند کلمات سے ہی عبارت نہیں جن پر مصحف مقدس مشتمل ہے بلکہ اللہ کی نصیحت تو وہ دل ہلا دینے والی حقیقت ہے جسے مصحف مقدس کے یہ پاکیزہ کلمات انسان کے فکر و دماغ میں ودیعت کر دیتے ہیں..... سینوں یا دلوں کی شفا کا تعلق ان چند لفظوں کے ساتھ نہیں جن کے دوران میں انسانی نظر و بصیرت کے سامنے قرآن کریم کے یہ الفاظ ایک روح پرور چمک لے آتے ہیں، بلکہ دلوں اور سینوں کی شفا سے مقصود وہ تربیت ہے جو ایک صراط مستقیم پر چلنے والے انسان کو میسر آتی ہے۔ وہ انسان جس کا دل و دماغ سلیم الفطرت ہو، جس کا جسم و روح ہر قسم کی ذہنی، اعصابی اور شکستگی کی بیماریوں اور الجھنوں سے پاک وصاف ہو.....اور ہدایت و رحمت تو دو ایسے عظیم الشان الفاظ ہیں جو چند نعروں یا مذہبی شعائر پر منحصر نہیں ہو سکتے۔ ہدایت سے مراد وہ ربانی روشنی ہے جو ہر وقت ہر اندھیری نشیب کو روشن کر دیا کرتی ہے..... رحمت ایک وسیع ترین نعمت و بخشش کا کام ہے جسے اللہ جل شانہ نے تمام جہانوں کے اندر بسنے والے انسانوں کے لئے عام وارزاں فرما دیا ہے۔

Marfat.com

یہ دین عقل کے لئے ایک نصیحت وموعظت ہے کیونکہ اس کے بعد "عقل مومن" چل نکلتی ہے اور اپنی تخلیقی صلاحیتوں کا مظاہرہ کرتی چلی جاتی ہے...... یہ دین نفس انسانی کے لئے نسخہ شفا بھی ہے تا کہ اس نفس کے بحران اور خرابیاں انسان کی آفاق گیر قوتوں کے لئے کسی رکاوٹ کا سبب نہ بن جائیں۔ پھر یہی دین ایک فرد انسانی کی تمام قوتوں کے لئے اور انسانی معاشرے کے تمام افراد کے لئے رحمت وہدایت کے سامان مہیا کرتا ہے تا کہ کوئی شدید مجنونانہ تصادم بلا فائدہ خون کا ایک قطرہ بھی نہ بہا سکے یا کسی ایک زندہ روح اور مادی سامان کے کسی ایک ذرے کو کوئی گزند بھی نہ پہنچا سکے۔

یہ ہے وہ دین جس کے سرچشموں سے مسلسل نسلیں اپنی پیاس بجھانے کا سامان کرتی چلی آ رہی ہے۔ یہی وہ دین ہے جس کے چند الفاظ وکلمات جب کبھی فکر وفن یا عمل کی شکل اختیار کر لیتے ہیں...... یا جب کبھی اس کے یہی الفاظ وکلمات کامیابی وکامرانی کا ایک لامتناہی سرچشمہ بن جاتے ہیں تو پھر کبھی تو یوں ہوا کرتا ہے کہ طاقت ور دفتح مند سلطنتیں قائم ہوتی ہیں، پھر کبھی اس سے کسی مغلوب وغلام قوم کو قوت کا سہارا میسر آ جایا کرتا ہے، کبھی شمشیر وسناں سے فتح ونصرت کے شادیانے بجتے ہیں، کبھی فکر وفن اور قلم وقرطاس کو عظمت وکامرانی نصیب ہوتی ہے اور کبھی یوں ہوتا ہے کہ دین کے یہی چند کلمات حکمت ناکامی پر صبر اور استقلال کی قوت عطا کرتے ہیں تا کہ ناکامی کے اسباب کو دور کیا جائے، بیداری وتیاری کا سامان ہو اور پھر موقع پا کر نئی فتح اور نئی کامرانی کی خاطر میدان عمل میں پاؤں گاڑ دیئے جائیں!

یہ وہی دین ہے جس کے چند کلمات نے ماضی میں اہل فکر اور اہل علم کو قوت بخشی اور وہ سنگ فلاسفہ اور اکسیر حیات جیسی ایجادات کے خواب کو شرمندہ تعبیر ہونے کے وسائل فراہم کرتے رہے......اور پھر آج بھی یہی دین ہے جو حال کے اہل علم وفکر کو ایٹم کا جگر چیرنے اور خلاؤں کو عبور کرنے والے مصنوعی سیارے تخلیق کرنے کی قوتیں اور صلاحیتیں بخش رہا ہے......یہی چند الفاظ تھے جو پہلے زمانے میں شاعر کو جوش ووجدان کی کیفیت عطا کرتے اور اس سے خوبصورت، جاندار اور عظیم الشان قصائد کہلواتے تھے۔ آج یہی چند الفاظ ہیں جو اس دور کے فنکار کو قوت عمل بخش رہے ہیں اور وہ شعر ونثر کی شاندار تخلیقات پیش کر رہا ہے۔

Marfat.com

اسی دین کے یہی چند کلمات تھے جنہوں نے عصر عباسی کے فنکار میں روح پھونک دی تھی اور وہ سازو آواز میں واہ وآہ کی دل افروز موسیقی تخلیق کرنے لگا تھا۔ پھر بعینہٖ یہی الفاظ جو اس عہد کی موسیقی میں "سمفنی" اور "اوپرا" کی روح پھونک رہے ہیں...... یہ تو ایک زندہ دین ہے جس کا تعلق زندوں کی دنیا سے ہے۔

اور یوں اللہ جل شانہٗ کی ذات کے بارے میں قرآن مجید نے اپنا عقیدہ دنیا کے سامنے پیش کیا ہے...... ایک ایسے جلوس کے جلو میں جس میں زندگی، حرکت اور روشنی بڑی فراوانی کے ساتھ کارفرما نظر آتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

"یعنی اللہ ہی دانہ اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے۔ زندہ کو مردوں سے نکالتا رہتا ہے اور مردہ کو زندہ سے نکالنے والا ہے۔ یہی اللہ ہے، پھر تم کہاں سے الٹے پھر جاتے ہو!...... وہی صبح کو پھاڑنے والا ہے اور اس نے رات کو آرام کے لئے بنایا اور سورج اور چاند کو حساب کے لئے۔ یہ غالب علم والے کا اندازہ ہے اور وہی ذات ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے تا کہ ان کے ذریعے سے خشکی اور تری کے اندھیروں میں راستے معلوم کرسکو۔ ہم نے باتیں کھول کر بیان کردی ہیں ان کے لئے جو علم رکھتے ہیں...... اور وہی ہے جس نے اوپر سے پانی اتارا پھر اس کے ذریعے ہم ہر قسم کی روئیدگی نکالتے ہیں، پھر اس سے ہم سبز کونپلیں نکالتے ہیں، اس سے ہم گتھے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور کھجور سے اس کے گابھے میں سے جھکے ہوئے گچھے اور انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار، ایک دوسرے سے ملتے جلتے اور نہ ملتے جلتے، اس کے پھل کو دیکھو جب وہ پھل لائے اور اس کے پکنے کو دیکھو، یقیناً اس میں اہل ایمان کے لئے نشانیاں ہیں...... یہ اللہ تمہارا رب ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے، سو اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔ نگاہیں اس کا احاطہ نہیں کرسکتیں اور وہ نگاہوں کا احاطہ کرتا ہے اور وہ باریک باتوں کا جاننے والا خبردار ہے۔" (الانعام: آیات 95 تا 103)

تو جب اللہ کی ذات وہ ہے جس کا احاطہ نگاہوں کے لئے ناممکن ہے تو پھر اس ذات پر عقیدہ رکھنے کا تقاضا ایک آدھ مرتبہ ہونٹ ہلا دینے سے کیونکر پورا ہوسکتا ہے اسی طرح اللہ کی کتاب کے اسرار ورموز کا احاطہ کرنے کے لئے اس کی آیات کو دہرانے یا قاریوں کی زبانی انہیں سننے سے نہیں ہوسکتا۔

Marfat.com

دین تو زندگی کا ایک خزانہ، ایک بحر بیکراں اور ایک مرکز ہے۔ ایک ایسی زندگی کا مرکز جس کا رشتہ احساس فکر اور وجدان کی تمام قوتوں سے ہے۔ وہ زندگی جو پہلے فرد کی نفسیاتی و ذہنی فضا میں نشوونما پاتی ہے۔ پھر یہی زندگی جوش میں آتی ہے اور پھلانگتے ہوئے زمین کی وسعتوں کو اپنے گھیرے میں لے آتی ہے اور گوشے گوشے میں پھیل جاتی ہے، پھر اس سے ایک نور کی شعاعیں پھوٹتی ہیں جو نظر کے راستوں پر عام ہو جاتی ہیں۔ اس کے بعد اس بات کی خبر ہی نہیں رہتی کہ اس روشنی کا مرکز کوئی کتاب ہے جس کے اوراق ہیں اور ان پر حروف و کلمات درج ہیں جو طویل صدیوں کے دوران بھی کمی بیشی کا شکار نہیں ہوتے۔ دین کی شعاعیں عام کرنے والی قوتیں ہر فرد اور ہر نسل کے لئے ایک قسم کی روشنی کرتی چلی جاتی ہیں جو بقدر استطاعت ہر ایک کے لئے موزوں ہوتی ہیں۔ یہ روشنی ہمیشہ جمود کی بجائے تجدد پذیر رہتی ہے، وہ کسی ایک رنگ پر آ کر منجمد نہیں ہو جاتی خواہ وہ رنگ کتنا ہی شوخ اور دلکش مقدار میں پیدا ہو گیا ہو۔ ارشاد ربانی ہے:

"کہہ دیجئے کہ اگر سمندر میرے رب کے کلمات کے لئے روشنائی بن جائیں تو پھر بھی یہ ختم نہ ہوں گے بلکہ ان کے ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جائیں گے، خواہ ہم اس جیسا ایک اور سمندر بھی کیوں نہ لے آئیں ...... اور اگر زمین میں جتنے درخت ہیں ان سب کی قلمیں بن جائیں اور سمندر کے ساتھ اس جیسے اور سات سمندر بھی ملا دیئے جائیں تو بھی اللہ کی نعمتیں ختم نہ ہو سکیں گی۔ بے شک اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔"

تو پھر ذرا سوچئے تو سہی! دین کے طلبگار کہاں ...... اور دین کی حقیقت کہاں ......؟

لوگ دین کے غیر قانونی سرچشمے کو اور اس کے نمونہ پذیر مؤثرات اور تجدد پسند اثرات کے درمیان غلط ملط کر بیٹھے ہیں۔ چنانچہ اب ان کے پاس دین کی ایک شکل رہ گئی ہے جو بار بار دہرائی جاتی ہے اور جس کے اصول و ضوابط ایک سو چودہ سورتوں والی کتاب اللہ اور ہزاروں احادیث پر مشتمل سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں موجود ہیں۔ ان دونوں کی ظاہری صورتوں میں وقت کی چودہ صدیاں کوئی تغیر نہیں لا سکیں۔ بس اتنا ہے کہ پہلے یہ کھجور کی چھال اور پتوں پر ہاتھ سے نقل کی جاتی تھیں مگر آج یہ آفسٹ اور لائنوٹاپ پر طبع ہو رہی ہیں۔

84767

Marfat.com

لیکن موزوں یہ ہوتا کہ ان ہر دو سرچشموں کا ہر نسل...... بلکہ ہر فرد پر اثر ہو۔ان کی فکری اور عملی زندگی پر اس کے اثرات نمایاں ہوں،ان میں فلاسفر،دانشور اور فنکار پیدا ہوں۔ان میں ابن رشد، ابن سینا، فارابی اور غزالی وغیرہ پیدا ہوتے رہیں۔ان کے ہاں ابوحنیفہ،شافعی،ابن حزم اور ابن تیمیہ وغیرہ کا ظہور ہوتا رہے۔وہ اپنے اندر ابن حیان،ابن ھیثم اور رازی جیسے لوگ پیدا کریں۔وہ بحتری،ابو تمام متنبّی اور ابوالعلاء معری کو جنم دیں اور ابو اسحاق الموصلی اور زریاب جیسے اہل فن کی تخلیق کرتے رہیں۔ان میں نسل بعد نسل مسلسل اور لگاتار علماء مفکرین اور فنکار ہر عہد میں ظاہر ہوتے رہیں اور اپنا اپنا کام کرتے اور پیغام چھوڑتے جائیں۔

مگر ہوا کیا؟ ہمارے اسلاف نے دین اسلام کو اچھی طرح سمجھا اور اسے ایک زندگی،ایک تمدن اور ایک عمل جانا مگر ہم نے تو کبھی اسے مجلد مطبوعات تیار کرتے ہوئے اسی پر قناعت کی اور کبھی اسے قیام وقعود خیال کر بیٹھے،حالانکہ یہ تو ایک غلط فہمی اور کوشش بے سود کے سوا اور کچھ بھی نہیں!

اسلاف کا عہد عمل وعزم تو بیت گیا اور پیچھے رہ گئی ناخلف نسل جو عزم سے عاری اور عمل سے قاصر تھی لیکن یورپ کا انسان ہمارے اسلاف کی راہ عمل پر چل نکلا۔یورپ کی نشاۃ ثانیہ ہوئی۔نئی نئی ایجادات اور انکشافات ہوئے،تجارت سے دولت کی ریل پیل ہوئی۔صنعتی انقلاب برپا ہوا اور قسم قسم کی دستوری اور قومی تحریکات ابھرنے لگیں......عظیم دماغوں نے تاریخ انسانی پر نظر ڈالی اور اپنے ماحول کی روشنی میں جائزہ لے کر نئی راہیں متعین کیں۔پھر کیا ہوا؟ یہی عظیم دماغ نئے انسانی تجربات کے روشن عنوانات بن گئے اور انسانیت نے ان نئے نئے تجربات سے فیضاب ہونا شروع کیا۔یہ روشن عنوانات کبھی دانتے،شیکسپیئر،فولیتر،روسو اور جوتیہ کی صورت میں نمایاں ہوئے اور کبھی انجلو،دافنشی، رافائیل،باخ،موزارٹ،بیٹوفن،کوپرنیکوس،گلیلو،نیوٹن،ایڈیسن،مارکونی،لوتھر،ڈارون اور فرائڈ کے روپ میں ظاہر ہوتے رہے اور یوں انسانی تمدن کا قافلہ تسلسل کے ساتھ رواں دواں رہا مگر اب اسلامی مشرق کے بجائے اس کارواں کی قیادت مغربی ذہن ودماغ کے حصے میں آئی تھی اور مسلمان؟ مسلمان تو کبھی حیرت سے انگشت بدنداں ہوئے،کبھی سامراجیوں کے پنجے میں جکڑے گئے اور کہیں کہیں ہوش میں آنے کی کوششیں بھی جاری رہیں۔

Marfat.com

مگر جب انہوں نے آنکھیں کھولیں اور ہوش میں آئے تو پھر روشنی اور اس روشنی کے سرچشمے کے درمیان تمیز نہ کر سکے۔ چنانچہ انہوں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ وہ چراغوں سے چھیڑ چھاڑ کر کے روشنی زندہ کر اٹھائیں گے..... وہ یہ گمان کر بیٹھے تھے کہ اپنی کتاب میں سے بے جان کلمات نکال کر..... جن کا تعلق نہ تو ان کے دلوں کی گہرائی سے تھا اور نہ ان کی حقیقی زندگی سے کوئی واسطہ رکھتے تھے..... مردوں کو زندہ کر دینے کا معجزہ پیش کر دیں گے..... ممالیک کے عہد حکومت میں جس طرح وہ مغرب کے سیاسی استعمار کے مقابلے میں آئے تھے اور چاہا تھا کہ بخاری شریف کے تعویذوں کے ذریعے نپولین بوناپارٹ کی یلغار کو روک دیں بالکل اسی انداز میں..... بعد میں..... مغرب کے فکر، مغرب کی سائنس اور مغرب کی تنظیم کا سامنا کرنے کے لئے نکل آئے! کبھی تو اپنی مقدس کتابوں کے الفاظ کا سہارا لے کر ان کا مقابلہ کرتے کبھی اپنے اسلاف کی شروحات کی طرف رجوع کرتے اور کبھی اپنی گذشتہ تاریخ کے واقعات نقل کر کے تسلی پا لیتے..... یوں وہ زندگی کا سامنا کر رہے تھے مگر زندگی کے بغیر..... اور تمدن کا مقابلہ کرنا چاہتے تھے تمدن کے بغیر..... وہ دراصل اپنے عقیدے اور اپنی کتاب کو ایک مشکل آزمائش میں ڈالتے تھے، کیونکہ وہ یہ دیکھ لینے کے باوجود کہ ان کا دین متعفن لاشوں کے ایک ڈھیر، جہالت کی حوصلہ شکن تاریکیوں اور بھوکوں اور محکوموں کے درمیان پھنسا پڑا ہے، ایک غیر متوقع معجزے کے ظہور کی آس لگائے بیٹھے تھے! ایسے چند الفاظ و کلمات کا معجزہ جو ان کے پاس آسمان سے نازل ہوئے تھے مگر جن پر انہوں نے اس روئے زمین پر کبھی عمل نہ کیا تھا..... چند ایسی عبارات کا معجزہ جو انہوں نے بغیر کسی محنت مشقت کے متون اور شروح کے اندر سے نکال لی تھیں..... وہ کلمات اور وہ عبارات جو کبھی ایک عظیم تمدن کی خالق بن گئی تھیں اس وقت جب لوگوں کے دل میں ایمان کی حرارت اور عمل کا جوش ہوا کرتا تھا۔

نتیجہ سب کے سامنے ہے۔ یہ دیکھ کر مسلمانوں کی حیرت اور دہشت کی کوئی انتہا نہ رہی تھی کہ ان کا دین اتنے جوش اور جذبے کا دین تھا مگر اب وہی ان کے لئے سوہان روح بن گیا ہے! یہ کس طرح ممکن ہے۔ اس دین کی کتاب تو وہ ہے جو خدائے حکیم و حمید کی نازل کردہ ہے۔ وہ کتاب جس پر باطل کسی طرح اثر انداز نہیں ہو سکتا، نہ آگے سے رکاوٹ ڈال سکتا ہے، نہ اس کا تعاقب کر سکتا ہے! یہ کیا

Marfat.com

کیاہے کہ ابن خلدون کے مقابلے میں کارل مارکس چاروں شانے چت کیوں نہیں ہوتا؟ امام غزالی کے سامنے فرائڈ کیوں سرنگوں نہیں ہوتا؟ الحسن ابن الہیثم کی تصریحات دنیا کی نظروں کو چکا چوند کیوں نہیں کرتیں؟ اس کے مقابلے میں دنیا کے چاند سورج ماند کیوں نہیں پڑتے؟ مگر وہ لوگ یہ حقیقت فراموش کر بیٹھے تھے کہ وہ کوئی بھی ایسا فقیہ یا قانون دان نہ پیدا کر سکے تھے، جو صحیح، صائب اور عملی فکر کا مالک ہوا اور ان کے حال کو دیکھ کر ان کے مستقبل کی بات کرتا۔ وہ اپنے فلاسفہ اور سائنس دانوں کی کوششوں کو تسلسل کے ساتھ آگے بڑھانے میں ناکام رہے تھے! وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ اگر آج ہمارے وہ بزرگ اہل علم موجود ہوتے تو وہ اپنے لکھے ہوئے کے اوپر اضافہ کرتے ہوئے اور بہت کچھ لکھتے۔ انہیں وقت کے تقاضے بہتر سے بہتر اور بلند سے بلند تر کی کوشش پر ابھارتے۔ وہ یہ حقیقت بھی فراموش نہ کرتے کہ ان کی علمی کوششوں پر اب چودہ صدیاں بیت چکی ہیں۔ فکر اور سائنس کی دنیا میں حیرت انگیز انقلابی تبدیلیاں آچکی ہیں اور انسانی معاشرہ بے حد الجھ چکا ہے۔

ہمارے ان اسلاف نے تو اپنا فرض منصبی پہچان لیا تھا اور اسے کماحقہ پورا کر گئے۔ انہوں نے اپنے دین کو سمجھا اور اس سے سبق حاصل کئے۔ انہوں نے اپنے دین کو عقل کے لئے نسخۂ حیات اور کائنات کے لئے باعث آبادی تصور کیا اور اس کی روشنی میں آگے بڑھے تو کامیابی و کامرانی نے ان کے قدم چومے۔

اللہ کی ذات کے بارے میں دین اسلام کا عقیدہ چار کلمات پر مشتمل ہے۔ لا الہ الا اللہ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ان چار کلمات کو زبان سے دہرانا کوئی اتنا بڑا بوجھ نہ تھا کہ اس کی خاطر اتنی کثرت اور تسلسل کے ساتھ انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث کیا جاتا اور وہ باری باری اپنی قوموں سے کہتے رہتے:

> ''ہم نے نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف مبعوث کیا تو انہوں نے کہا: اے میری قوم! صرف اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں..... ''
>
> ''اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ وہ کہنے لگے: اے میری قوم! صرف اللہ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔''

Marfat.com

اور قوم ثمود کے پاس ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو بھیجا گیا۔ انہوں نے کہا:
اے میری قوم! اللہ ہی کی عبادت کرو۔ اس کے سوا تمہارے لئے کوئی عبادت کے لائق نہیں۔"

"اور مدین کی جانب ہم نے ان کے بھائی شعیب کو روانہ کیا وہ کہنے لگے اے میری قوم! صرف اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارے لئے اور کوئی معبود نہیں۔"

اگر صرف ان چار کلمات کو منہ سے ادا کر دینے سے جنت کا پروانہ مل جایا کرتا اور اگر ان کلمات کے بارے میں خاموشی لوگوں کو جہنم میں دھکیل دینے کے لئے کافی ہوتی تو پھر یہ ایک عجیب ترین بات ہوتی کہ یہی دین خود کو دنیا کے اہل عقل و بصیرت کے سامنے پیش کرنے کا دعویٰ کرتا۔

لیکن حق یہ ہے کہ کسی دینی شعار کو 33 مرتبہ بلکہ ایک سو یا ایک ہزار مرتبہ دہرا لینا نہ تو دین کی گواہی کے لئے کافی ہے اور نہ دین پر ایمان کے لئے ...... شہادت دین اور ایمان باللہ تو صرف اسی وقت حقیقت ثابتہ بن سکتے ہیں جب فکر و عمل کی قوتیں سرگرم عمل ہو جائیں۔

ایمان کی یہی حقیقت اس بات کی متقاضی ہے کہ اللہ کے رسولوں کا ایک لگاتار سلسلہ جاری ہوتا اور وہ اس حقیقت ایمان کی راہ میں اللہ کی خاطر مصائب و تکالیف کا سامنا کرتے۔

لا الہ الا اللہ کا اقرار استعلا و کبریا اور غلبہ و برتری کی تمام صفات صرف اللہ کی ذات کے ساتھ مختص کر دینے کا تقاضا کرتا ہے۔ یہ صفات اس کی ذات کے سوا کسی اور کو زیب نہیں دیتیں کیونکہ وہی حاکم اور آقا وہی غالب و قہار ہے۔ وہی ہے جس نے انسانوں کو اپنی معرفت و اطاعت کی خاطر پیدا کیا ہے۔ تنگی اور آسانی میں صرف اسی کے سامنے جھکیں اور مشکل میں بھی صرف اسی کی حمد و ثنا بیان کریں۔ رہا انسانوں کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ برتاؤ سو وہ ایسا نہیں ہونا چاہئے۔ وہ جب کسی کو اپنا حکمران چنیں تو وہ ان پر اپنی حاکمیت نہ ٹھونسے۔ وہ اس کے ساتھ معاملات میں بحث و مناظرہ بھی کریں، اس کی مدح بھی کر سکتے ہیں اور اس پر اپنی ناراضگی کا اظہار بھی کر سکتے ہیں ...... اور اگر کوئی حدود کو پھلانگتے ہوئے اس مرتبہ علو و کبریائی پر دست درازی کی کوشش کرے اور وہ اوصاف اپنے لئے

Marfat.com

کرنے لگے جو اہلِ اسلام کی زبان میں صرف اللہ کے لئے مختص ہیں جس کی شان یہ ہے کہ:

"اس سے اس کے اعمال کے بارے میں کوئی نہیں سوال کرسکتا مگر وہ ہر کسی سے جواب طلب کرسکتا ہے تو پھر ایسا شخص اہل ایمان کا حکمران نہیں ہوسکتا۔"

"لا الہ الا اللہ" پر ایمان لانا اس حقیقت پر ایمان لانا ہے کہ بلندی و کبریائی کے اوصاف صرف رب العزت کے لئے مختص ہیں، یہ کسی اور کو نہیں جچ سکتے کیونکہ وہ تو وحدہٗ لاشریک ہے۔

لیس کمثله شیء

"اس کی کوئی مثال نہیں۔"

وحدہٗ لاشریک ہے۔

ولم یکن لهٗ کفواً احد

"اس کا کوئی ہمسر اور ہم پلہ نہیں۔"

لوگ تو وہ تو سب ایک جیسے ہیں۔ ایک دوسرے کے ہم پلہ ہیں۔ سب مخلوق ہیں۔ سب بندے ان اوصاف میں وہ سب برابر کے شریک ہیں۔ یہ انسان اپنی برابری اور مساوات کی حفاظت کے دراصل اپنے عقیدے اور ایمان کی حفاظت کرتے ہیں تاکہ اس ہستی کے سوا ان سے کوئی بھی قرار نہ پائے جو ان کا خالق و معبود ہے...... وہ ہر اس متکبر و جبار سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں جو روز حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔

"لا الہ الا اللہ" پر ایمان اس بات کا اعتراف ہے کہ عظمت و کبریائی کے اوصاف صرف اللہ جل شانہٗ کے لئے مختص ہیں اور کوئی ان کا سزاوار نہیں۔ وہی وحدہٗ لاشریک ہے جو سب کا رازق ہے۔ عطا کرتا ہے اور محروم کرتا ہے تاکہ انسانوں کی آزمائش کرسکے کہ آیا وہ حقوق ادا کرنے اور مانگنے کی جرأت رکھتے ہیں یا نہیں! پھر اللہ کی مخلوق بھی تو یہی مطالبہ کرتی ہے کہ اللہ کی عطا کردہ نعمتیں سبھی کو برابر اور انصاف کے ساتھ پہنچتی رہیں۔

"کی لایکون دولۃً بین الاغنیاء منکم"

"یعنی کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ کی یہ نعمتیں تمہارے سرمایہ داروں کے درمیان ہی

Marfat.com

گھومتی پھرتی رہیں۔" (ان سے دوسروں کو بھی حق ملنا چاہئے)

اللہ کی مخلوق یہ مطالبہ کرتی ہے کہ یہ دولت منداس مالک حقیقی کے حق تصرف کو اپنے لئے مختص نہ کرنے پائیں جس نے انہیں اپنے خزانوں کی کنجیاں بطور امانت سونپ دی ہیں۔

" وانفقوا مما جعلكم مستخلفين فيه " یعنی "اللہ کے دیئے ہوئے اس مال میں سے خرچ کرو جس پر اس نے تمہیں خلیفہ یا نگران بنادیا ہے اور" و آتو هم من مال الله الذى آتاكم " یعنی ان دوسرے انسانوں کو بھی اللہ کے اس مال میں سے دو جو اس نے تمہیں دیا ہے۔

تو اب یہاں نہ تو طبقات کو دوام ہے اور نہ امتیازات کی تائید و جواز، بلکہ یہاں تو باہمی کفالت و ضمانت کی بات ہے۔ جس نے اس سے روگردانی کی وہ اللہ کی بخششوں کا منکر ٹھہرا۔

"یعنی اللہ نے تم میں سے بعض کو رزق میں بعض پر فضیلت دی ہے لیکن جن کو فضیلت دی گئی ہے ان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ اپنے رزق کو اپنے زیردستوں تک نہ پہنچنے دیں کیونکہ وہ تو سب اس میں برابر کے شریک ہیں۔ تو کیا وہ اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں۔"

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ "لا الہ الا اللہ" پر ایمان درحقیقت اس بات کا اعلان ہے کہ ربوبیت کی صفت صرف اللہ کے لئے مختص کر کے وسیع انسانی برادری اور مساوات کی بنیاد رکھ دی گئی ہے اور یہیں سے قرآن کریم کے اس شاندار انداز بیان کی عظمت واضح ہو جاتی ہے جس میں وہ اللہ کے رسولوں کو دنیا کی مختلف اقوام کی طرف مبعوث کئے جانے کا ذکر کرتا ہے۔ "عاد کی طرف ان کا بھائی ہود۔" "ثمود کی طرف ان کا بھائی صالح علیہ السلام اور مدین کی طرف ان کا بھائی شعیب علیہ السلام مبعوث ہوا۔" پھر یہ بیان اپنی انتہا کو اس وقت پہنچتا ہے جب وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اوصاف گنواتا ہے۔

" لقد جاء كم رسول من انفسكم عزيز عليه ما عنتم حريص عليكم بالمؤمنين رؤف رحيم "

یعنی "تمہارے پاس تم ہی میں سے ایک رسول بھیجا گیا ہے اس کے لئے تمہاری تکلیف و مشقت ناگوار ہے، اسے تمہارا بہت خیال ہے، وہ مومنین کے لئے شفیق و مہربان ہے۔"

Marfat.com

دین کے شعائر بھی حکمت سے لبریز ہیں۔ایک ایسی حکمت جو عبادت گزار اور شعائر ادا کرنے والے کے وجدان کی گہرائیوں تک سرایت کر جاتی ہے اور پھر محراب مسجد سے وہ اسی حکمت کو اپنے دل و دماغ میں لئے ہوئے باہر میدان زندگی میں نکل آتا ہے تا کہ اس کی روشنی میں قدم بڑھاتا جائے۔

چنانچہ نماز طہارت وصفائی، جماعت و تنظیم، عبادت و اطاعت، امامت و اتباع، ترتیب و تنسیق اور ضبط و پابندی وقت کے ساتھ ساتھ اللہ کا ذکر اور اجتناب خواہش کا درس دیتی ہے۔

" ان الصلٰوة كانت على المؤمنين كتابا موقوتا "

یعنی ''نماز تو بلاشبہ اہل ایمان پر پابندی وقت کے ساتھ فرض ہے۔''

اور

" ان الصلٰوة تنهٰى عن الفحشاء والمنكر ولذكر اللّٰه اكبر واللّٰه يعلم ما تصنعون "

یعنی ''نماز تو ضرور بدی اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتی ہے۔اللہ کی یاد سب سے بڑی چیز ہے اور اللہ وہ سب کچھ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔''

رمضان المبارک کا روزہ بھی عزیمت و ارادے کی ایک ریاضت اور تربیت ہے۔اصول اور طریقہ زندگی کے لئے وحدت و تنظیم اور قوت تحمل کے ساتھ ساتھ اجتناب معاصی کی عملی تعلیم ہے۔

" من لم يدع قول الزور والعمل به فليس لله حاجة ان يدع طعامه و شرابه "

یعنی ارشاد نبوی ہے کہ ''جس روزہ دار نے جھوٹ بولنا نہ چھوڑا اور جھوٹ پر عمل کو ترک نہ کیا تو پھر اللہ تعالیٰ کو اس بات کی حاجت نہیں کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے۔''

اسی طرح زکوٰۃ بھی شماریات و حساب کی ایک تربیت کے علاوہ اللہ کی عبادت کی طرف رغبت کا باعث بھی ہے۔مال و دولت کے سلسلے میں بھی احکام الٰہی کی اطاعت کی دعوت ہے۔اسی لئے ہمارے فقہاء نے زکوٰۃ کو مالی عبادت کا نام دیا ہے۔اس کے ساتھ ہی یہ زکوٰۃ مومنوں کو اس بات کا بھی احساس دلاتی ہے کہ ان کے مال میں اسلامی معاشرے اور اس کے بعض افراد کا بھی حق ہے۔

Marfat.com

اور حج! حج تو "سیرو فی الارض" کی عملی تربیت کے علاوہ ثقافت، آداب معاشرت اور باہمی تعارف کا ایک بہترین وسیلہ ہے۔

"لیشھدوا منافع لھم ویذکروا اسم اللّٰہ فی ایام معلومات"

یعنی "یہ حج اس لئے بھی ہے تا کہ اہل اسلام اپنے فائدے کی باتوں کا مشاہدہ بھی کریں اور چند معلوم ایام میں اللہ کو بھی یاد کریں۔"

اور

"الحج اشھر معلومات فمن فرض فیھن الحج فلا رفث ولا فسوق"

یعنی "حج کے مہینے معلوم ہیں سو جو کوئی ان میں خود پر حج فرض کرے تو اسے اس دوران میں فحش گوئی اور بے حیائی کی ہرگز اجازت نہ ہوگی۔"

شعائرِ دین تو گویا ایک درس گاہ ہے جہاں زندگی کی عملی تربیت ہوتی ہے مگر یہ شعائر اپنی جگہ سب کچھ نہیں ہیں...... زندگی کی تربیت ہے نہ کہ خود زندگی۔

اگر مساجد اور عبادت گاہوں میں جانے والے لوگوں کے ساتھ لین دین کرتے ہوئے بھی اللہ کی ذات کو نگاہ میں رکھتے اور دنیا کی طلب میں بھی آخرت ہی کی تلاش رکھتے تو پھر جہان کے تمام گوشے ادیان و مذاہب کی روشن کرنوں سے معمور ہو جاتے۔ عبادت کے شعائر و رسومات اگر عبادت گزاروں کے عقل و دماغ اور رفتار و گفتار کو ایک ہی رخ پر منظم کر دیتے ہیں بالکل جس طرح مقناطیس کی کشش سے لوہے کے تمام ذرات ایک ہی رخ پر کھنچے چلے آتے ہیں تو وہ قول و فعل میں ہدایت ربانی کو اپنا محور بنا لیتے اور ہر تعمیر کی جانے والی عبادت گاہ سے انسانیت کو بیش بہا دولت میسر آتی۔

دینی شعائر میں سے جن کو بنیادی فرائض کی حیثیت حاصل ہے وہ بالکل محدود و معدود ہیں مگر بایں ہمہ وہ عذر کی صورت میں نرمی یا رخصت سے بھی خالی نہیں۔ ان بنیادی فرائض کے علاوہ جو عبادات نافلہ ہیں وہ افراد اور زمانے کے حالات پر موقوف ہیں اور ان کا تعلق فراغت اور وقت کی گنجائش کے ساتھ ہے اور کام کا تعلق فراغت کے ساتھ بھی ہے اور سائنس اور ماحول کے نتیجے کے

Marfat.com

طابق ایک فرد کی بنیادی تشکیل کے معیار سے بھی ہے۔ چنانچہ ایک مطبوعہ کتاب کا مطالعہ، کسی فن کا شاہدہ، ریڈیو اور سینما سب ہی مفید اور کار آمد وسائل ہیں اور اپنی جگہ صحیح رہنمائی اور عمدہ تربیت کی ورت پیدا کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی شخص نوافل عبادات اور اوراد و وظائف کی جگہ کسی ایسے ہی مفید اور تیجہ خیز مشغلے میں لگ جائے تو یہ بھی اس کی شخصیت کی عظمت و تعمیر کا کام دے سکتا ہے۔

بہر حال یہ شعائر دین عبادت کی دعوت کے ساتھ ساتھ فلاح کی دعوت بھی ہیں۔ قرآن مجید کی طرح انجیل نے بھی اس کی وصیت کی ہے۔ "جب نماز پڑھ چکے تو ریا کاروں جیسا مت بن، کیونکہ یہ وگ تو عام مجمعوں کے سامنے اور بازاروں کے گوشوں میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا پسند کرتے ہیں تا کہ لوگوں کو دکھا سکیں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں انہوں نے تو اپنا اجر پا لیا مگر تو جب عبادت کرنا چاہے تو اپنے تہہ خانے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لے اور پھر اپنے اس خداوند کی عبادت کر جو پردہ خفا میں ہے اور جب عبادت کرو تو بعض لوگوں کی طرح بیکار کلام دہرائے مت چلے جاؤ جو یہ سمجھتے ہیں کہ کثرت کلام ہی سے انکی عبادت قبول ہوگی۔

"اور جب روزہ رکھو تو بھی ریا کاروں کی طرح منہ مت بسور لیا کرو کیونکہ وہ اپنے چہروں کی ہیئت س لئے بدل لیتے ہیں تا کہ لوگ انہیں روزہ دار خیال کریں! سچ تو میں کہتا ہوں تم سے، انہوں نے پنا اجر پا لیا مگر تو جب روزہ رکھے تو سر کو تیل لگا، منہ دھو لے، تا کہ لوگ تجھے روزہ دار نہ سمجھیں بلکہ تیرا یہ روزہ اس خداوند کے لئے ہو جو پردہ خفا میں ہے۔

"جو شخص اپنے بھائی سے خواہ مخواہ ناراض ہو وہ سزا کا مستحق ہے۔ اگر قربان گاہ پر قربانی چڑھاتے قت تجھے یاد آ جائے کہ کسی بھائی کا تجھ پر حق ہے تو پھر قربانی کو تو وہیں قربان گاہ کے سامنے چھوڑ دے ور جا سب سے پہلے اپنے بھائی سے معاملہ درست کر لے پھر آ کر قربانی دے!

"اگر تم لوگوں کی لغزشیں معاف کرو گے تو آسمان پر تمہارا خداوند تمہارے گناہ بخش دے گا اور اگر تم نے لوگوں کی لغزشیں معاف نہ کیں تو پھر آسمانی خداوند بھی تمہیں نہیں بخشے گا۔

"تب اس سے فریسیوں نے کہا: دیکھ وہ سبت والے دن وہ کام کیوں کرتے ہیں جو ان پر حلال نہیں؟ اس نے ان سے کہا: سبت والا دن انسان کے لئے بنا ہے، نہ کہ انسان سبت والے دن کیلئے۔"

Marfat.com

''عورت نے اس سے کہا: جناب میرا خیال ہے کہ آپ نبی ہیں، ہمارے بڑوں نے اس پہاڑ پر سجدہ کیا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ یروشلم میں ایک جگہ ہے وہاں پر سجدہ کرنا چاہیے؟ یسوع نے اس سے کہا: اے عورت یقین کر لے کہ ایک ایسا وقت بھی آئے گا کہ نہ تو تم پہاڑ پر خداوند کو سجدہ کرو گی اور نہ یروشلم میں! ایک گھڑی آئے گی اور وہ اب ہے جب سجدہ کرنے والے روح اور حق کے ساتھ خداوند کو سجدہ کریں گے کیونکہ خداوند کو ایسے ہی سجدہ کرنے والوں کی ضرورت ہے اور جو اسے سجدہ کرتے ہیں تو پھر انہیں روح اور حق کے ساتھ اسے سجدہ کرنا چاہیے۔''

اور یوں تمام روئے زمین مسجد بن جانی چاہیے جہاں کلمہ طیبہ اور عمل صالح کے ذریعے اللہ کی عبادت ہو رہی ہو۔

" وللہ المشرق والمغرب فاینما تولو فثم وجہ اللہ ان اللہ واسعٌ علیم "

یعنی ''مشرق و مغرب اللہ ہی کے ہیں، جدھر منہ پھیرو گے ادھر ہی اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ وسیع و علیم ہے۔''

اللہ کی شریعت کا فیض عام ہے جو زندگی کے تمام پہلوؤں کو محیط ہے...... اس شریعت کی تاریخ انسانی ارتقا کے اصول کو بڑی وضاحت کے ساتھ تسلیم کرتی ہے...... کیونکہ اللہ وحدہٗ لاشریک کا مقرر کردہ دین ازل سے تا ابد ایک ہی ہے اور وہ اپنے اندر متعدد قانونی شکلیں اور صورتیں لئے ہوئے ہے جو احوال واطوار اور زمان و مکان کے اختلاف کے ساتھ ساتھ متعدد و مختلف ہونے کی وسعت و صلاحیت رکھتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی تدبیر کے مطابق جیسا کہ قرآن مجید بیان کرتا ہے، بادشاہ کا پیمانہ غلہ گم ہو گیا۔ برادران یوسف علیہ السلام سے سوال ہوا تو انہوں نے صاف انکار کیا اور فیصلہ دیا کہ چوری کی سزا کے طور پر چور کو مال مسروقہ کے مالک کے سپرد کیا جائے۔ ان کی شریعت میں تھا ہی یہی اور بعض کا کہنا ہے کہ یہ قانون شریعت ابراہیمی سے لیا گیا تھا۔

" قالوا فما جزاؤہ ان کنتم کذبین "

Marfat.com

یعنی "وہ بولے اگر تم جھوٹے نکلے تو اس کی سزا کیا ہوگی؟

" قالوا جزاؤہ من وجد فی رحلہ فھو جزاؤہ کذلک نجزی الظالمین "

یعنی "انہوں نے کہا کہ جس کے سامان میں پیمانہ پایا گیا تو اس کی وہی سزا ہے اس طرح ہم ظلم کرنے والوں کو سزا دیتے ہیں۔"

شریعت یہود کے بارے میں آپ پڑھیں گے کہ اس میں حرمت کے بعض ایسے احکام بھی ہیں جو گناہ کی سزا کے طور پر صادر ہوئے یا اطاعت وتعبد میں مبالغہ کے طور پر جاری ہوئے۔ ان میں حرام کردہ اشیاء سے کوئی موضوعی سبب پیش نظر نہیں تھا مثلاً

"یعنی یہود کے ظلم وتعدی کے باعث ہم نے ان پر وہ طیبات بھی حرام کردیں جو پہلے حلال تھیں اور بہت زیادہ راہ خدا سے باز رکھنے کے سبب بھی...... یہودیوں پر ہم نے ہر ناخنوں والا جانور حرام کردیا تھا اور گائے بکری کی چربی بھی ان پر حرام تھی مگر وہ جو ان کی کمروں پر ہو یا ان کی انتڑیوں پر لگی ہو یا ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی ہو...... یہ سزا ہم نے انہیں ان کی سرکشی پر دی تھی اور ہم یقیناً سچے ہیں...... کھانے کی سب چیزیں بنی اسرائیل کے لئے حلال تھیں قبل اس کے کہ تورات نازل کی جائے، سوائے اس کے جو اسرائیل نے خود اپنے آپ پر حرام کرلیا تھا۔"

اسی طرح آپ توبہ کا ایک ہیبت ناک طریقہ بھی مطالعہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی شریعت میں مقرر کیا تھا۔

میری قوم! تم نے بچھڑا بنا کر اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔ اپنے پروردگار سے توبہ کرو، بس خود کو قتل کردو...... یہی تمہارے پروردگار کے نزدیک تمہارے لئے سب سے بہتر ہے پس اللہ نے ان کی توبہ قبول کرلی۔ بلاشبہ وہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔"

پھر اسلام کی آمد آمد ہے...... اب حلت وحرمت خالص موضوع اسباب کی بناء پر ہوگی۔

یعنی "اور وہ جو رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں (وہی اہل ایمان ہیں) وہ رسول جسے وہ اپنے ہاں تورات وانجیل میں مذکور پاتے ہیں۔ وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور بری باتوں سے منع کرے گا، ستھری چیزیں ان پر حلال کرے گا اور ناپاک چیزیں حرام کرے گا۔ ان سے ان کا بوجھ اتارے گا اور وہ

Marfat.com

طوق بھی جوان پر تھے۔"

قرآن کریم واضح طور پر بیان کرتا ہے کہ انسانی ارتقاء کو پیش نظر رکھتے ہوئے شرائع سماویہ میں تدریج کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

"اور ہم نے حق کے ساتھ تجھ پر کتاب نازل کی۔ وہ اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو اس کے سامنے موجود ہے اور اس پر محافظ ونگران ہے۔ پس تو ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلے کر جو اللہ نے نازل کیا ہے اور جو کچھ حق تیرے پاس آچکا ہے، اس کے بارے میں ان کی خواہشات کی پیروی نہ کر۔ تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے شرع اور طریقہ زندگی بنادیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں ایک ہی امت بنادیتا مگر تمہیں آزمائش میں ڈالنا چاہتا ہے..... پس بھلائی کے کاموں کی طرف بڑھو۔ تم سب نے اللہ کی طرف لوٹنا ہے۔ وہی تمہیں اس چیز کے بارے میں بتائے گا جس میں تم اختلاف کرتے ہو۔"

قرآن مجید چونکہ اللہ کی آخری کتاب ہے اور اسلام پر ادیان سماویہ ختم ہو گئے ہیں، اس لئے حکمت الٰہی نے اس دین میں تطور وارتقاء کے عناصر کو ودیعت کرنے کو فراموش نہیں کیا چنانچہ نصوص کی تفسیر، ان میں مطابقت پیدا کرنا، ان کی تاویل کرنا اور جہاں کوئی شرعی نص وارد نہیں ہوئی وہاں اجتہاد کی گنجائش رکھنا۔ یہ سب باتیں عقل انسانی کے سپرد ہیں۔ وہ عقل انسانی جو افکار کی رفتار اور معاشرتی حالات کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ ترقی پذیر ہے۔

پرانے زمانے میں ہمارے مجتہد فقہا نے ان عظیم اصولوں کا استنباط کیا ہے جو شریعت اسلامی کی لچک اور صلاحیت پر دلالت کرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ انسانیت کی طویل عمر کے ساتھ ساتھ جب بھی اس شریعت کو نافذ العمل ہونے کا موقع ملے گا وہ آزمائش پر پوری اترے گی۔ استنباط کئے جانے والے ان اصولوں میں سے بعض یہ ہیں:

درء المفاسد مقدم علی جلب المصالح: یعنی مفاسد کا دور کرنا، منافع کے حصول پر مقدم ہے۔

یرتکب اخف الضررین لدفع اکبر ھما: یعنی دو نقصانات میں سے ہلکے نقصان کا ارتکاب کیا جائے تا کہ بڑے نقصان سے بچاؤ ہو سکے۔

الضرورات تبیح المحظورات: یعنی ضرورتیں ممنوع اشیاء کو بھی مباح بنادیتی ہیں۔

Marfat.com

الحکم یدور مع علة وجوداً و عد ماً: یعنی وجود اور عدم کے اعتبار سے حکم کا دارومدار علت پر ہے۔علت موجود ہو تو حکم موجود اور علت معدوم ہو تو حکم بھی معدوم۔

تغیر الاحکام بتغیر الزمان هو اختلاف عصر وزمان لا اختلاف حجته و برهان: زمانے کے تغیر سے احکام میں تبدیلی کا مطلب ہے زمانے اور وقت کا اختلاف نہ کہ دلیل و برہان کا اختلاف۔

المعروف عرفا کالمشروط شرطاً: رواج میں مستحسن چیز بھی ایسے ہی ہے جیسے کوئی چیز شرط کے مطابق ہو......وغیرہ۔"

ان اصولوں کا سرچشمہ خود قرآن مجید ہے۔

" لا یکلف الله نفساً الا وسعها لها ما کسبت وعلیها ما اکتسبت"

"کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی قدرت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔اس شخص کیلئے جو نیکی کی اس کی جزا اور جو برائی کمائی اس کی سزا ہے۔"

" وقد فصل لکم ما حرم علیکم الا ما اضطررتم الیه "

"جو کچھ اللہ نے تم پر حرام کیا ہے اس کی تفصیل تمہارے لئے بیان کر دی ہے، ہاں جس کے لئے تم مجبور کر دیئے گئے۔"

" فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیه "

"پس جو مجبور کر دیا گیا درانحالیکہ وہ خوشی سے یا حد سے بڑھ کر نہ ہو تو پھر اس پر کوئی گناہ نہیں۔"

اور یہی حال سنت نبوی کا ہے۔

" رفع عن امتی الخطاء والنسیان وما استکرهوا علیه "

"میری امت کے لوگوں پر خطا بھول چوک اور جس بات پر وہ مجبور کئے جائیں، سب معاف ہیں۔"

اسلام کا قانون جرائم......جو بظاہر سنگدلانہ اور سخت لگتا ہے......بھی کسی حد تک ان سزاؤں کو منجمد بنا دیتا ہے جو سابقہ دینی قوانین میں مروج تھیں۔اسلامی قانون ان سزاؤں کو ایک قسم کی دھمکی

Marfat.com

آمیز ڈائنٹ ڈپٹ میں بدل دیتا ہے کیونکہ اس میں کچھ ایسی شرائط اور ارکان ہیں جن کا اکٹھا ہو کر واقع ہونا بہت مشکل ہے۔ اگر ایک کمزور ترین رخنہ بھی شبہ کے نتیجہ میں دکھائی دے جائے تو مقررہ سزا ساقط ہو جائے گی تا کہ اس کی جگہ کوئی اور سزا لے لے جس کا تعلق اجتہاد سے ہو اور تعزیرات کے دائرے میں آتی ہو۔

''جہاں تک ہو سکے مسلمانوں سے سزائیں اٹھالیا کرو۔'' اگر کسی مسلمان کے لئے تم کو بچ نکلنے کی صورت نظر آ جائے تو اسے نجات پالینے دو، اس لئے کہ حاکم وقت کا معاف کر دینے میں غلطی کرنا سزا دینے میں غلطی کرنے سے کہیں بہتر ہے۔

فقہ اسلامی کی تحریک رکنے کے بعد سے انسانیت اپنی زندگی کے مختلف مراحل میں جس قانونی اور فلسفیانہ ارتقاء سے گزری ہے وہ اسلامی قانون کے اس نقطہ ہدایت کی نہ صرف تائید کرتا ہے بلکہ اسے آگے بڑھاتا اور نئی نئی زرخیز تجزیاتی صورتیں بھی فراہم کرتا ہے۔ آج کی دنیا میں دین کے لئے معاشرتی ،نفسیاتی ،دستوری اور قانونی تحقیقات بھی معاونت مہیا کرتی ہیں ۔یہ معلومات وتحقیقات اسلامی عدل کے قیام میں مدد دے سکتی ہیں جو جزیرہ عرب کی فطری سادہ فضا اور ماحول میں ہمارے بزرگوں کو میسر نہ تھیں بلکہ ہمارے اسلاف کے دوسرے ماحول اور فضا میں بھی انہیں یہ میسر نہ آ سکی تھیں۔ بس قیصر وکسریٰ کی سلطنتوں کے بعض تجربات ہی میسر آ سکے تھے۔

تو یہ ہے وہ دین...... جو عقل وضمیر کو زندگی بخشتا ہے۔ پھر انسانی قوتوں کو مطلقاً آزاد چھوڑ دیتا ہے تا کہ وہ اپنا کام کر سکیں اور فطرت کی قوتیں تو انسان کے لئے پہلے ہی مسخر کر دی گئی ہیں۔

ترجمہ: ''پس جب نماز ختم ہو جائے تو زمین میں پھیل جایا کرو۔ اللہ کا فضل اور نعمت تلاش کیا کرو اور اللہ کو بہت یاد کیا کرو تا کہ تم کامیاب ہو سکو۔ اللہ وہی ہستی ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے ہموار بنا دیا ہے۔ سو اس کے گوشوں میں چلو پھرو۔ اللہ کی نعمتیں کھاؤ اور اسی کے سامنے سب نے اکٹھا ہونا ہے۔''

یہ دین تو نفوس انسانی میں خضوع وخشوع کی عادتوں کو اس قدر بلند کر دیتا ہے کہ ان سے انسانی ہوا و ہوس کی اطاعت کے لئے کام نہ لیا جا سکے۔ یہ دین انسانیت کو شکستگی وکمزوری اور گھمنڈ میں مبتلا ہونے والی قوت سے بھی محفوظ کر دیتا ہے کیونکہ وہ انہیں عقیدے کی پختہ رسی کے بندھن سے کس دیتا

Marfat.com

ہے۔اب یہاں نہ تو مایوسی ہے اور نہ اترانا۔

ترجمہ: ''تا کہ تم مافات پر غمگین نہ ہو اور جو اس نے دے دیا ہے اس پر خوشی سے اتراؤ بھی نہیں۔''

یہ دین تو خوف و امید کے تمام انسانی احساسات کو ایک ایسی ہستی کی طرف پھیر دیتا ہے جو حق کے بغیر اس قوت کے باعث اکڑفوں نہیں دکھاتا کیونکہ وہ تو تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

دین اسلام..... جیسا کہ اسے اس نے اپنے بندوں کے لئے پسند کیا ہے ایک ایسا سرچشمہ ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں اور ایک ایسا منبع ہے جو کبھی خشک نہیں ہوتا۔ اسلام تو ایک مثبت قسم کی راہداری اور محافظ ہے جو زندگی کی منفی قوتوں کا مقابلہ کرتا ہے اور انگیختوں سے زندگی کو بچاتا ہے جو کسی نقص یا کمی کی تلافی اور شخصیت کے بحران کی تشفی کے لئے اٹھ کر زندگی کا خاتمہ کرنا چاہتی ہیں۔

" الذین آمنوا و تطمئن قلوبھم بذکر اللّٰہ الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب "

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دل مطمئن ہیں۔ ہاں اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔''

دین اسلام کو اگر لوگ اس طرح سیکھیں جس طرح وہ نازل ہوا ہے تو پھر وہ سب سے پہلے عقیدے سے آغاز کریں گے کیونکہ یہی عقیدہ اصل بنیاد ہے۔ اگر وہ اسے قبول کرلیں تو پھر وہ شعائر کی ادائیگی سے فائدہ بھی اٹھا سکیں گے اور قوانین و آداب کے عادی و مطیع بھی بن جائیں گے۔ یہ عقیدہ ہی ہے جو جذبہ و وجدان کی جڑوں میں فکر روح اور رویہ و سلوک کے اخلاق کی تعمیر کرتا ہے اور اسلام میں تو عقیدے کا آغاز ہی علم و معرفت سے ہوتا ہے۔

" اقرا باسم ربک الذی خلق ...... اقرا وربک الاکرم الذی علم بالقلم ○ علم الانسان مالم یعلم○

''پڑھ اپنے اس رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ پڑھ کہ تیرا رب وہ برگزیدہ ہستی ہے جس نے قلم کے ساتھ تعلیم دی، انسان کو وہ کچھ سکھایا جو اسے معلوم نہ تھا۔''

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ بادلوں کو منتشر کرتا ہے پھر انہیں اکٹھا کرتا ہے پھر انہیں ڈھیر کی شکل میں کر دیتا ہے۔ پھر تمہیں اس کے اندر سے بارش نکلتی ہوئی نظر آئے گی...... اللہ تعالیٰ آسمان سے پہاڑ

Marfat.com

سے بادل اتارتا ہے جن میں ٹھنڈک ہوتی ہے۔ یہ بادل جن پر چاہے نازل کرتا ہے اور جن سے چاہے ہٹا دیتا ہے۔ قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک نگاہوں کو اچک لے...... اللہ تعالیٰ دن رات کو الٹ پلٹ کرتا ہے۔ اس میں یقیناً اہل بصیرت کے لئے عبرت ہے...... اور اللہ نے ہر جانور کو پانی سے پیدا کیا ہے۔ ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں جو پیٹ کے بل چلتے ہیں کچھ دو ٹانگوں کے بل اور کچھ چار ٹانگوں کے بل چلتے ہیں۔ اللہ جو چاہے پیدا کرتا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ذریعے مختلف رنگ پھل پیدا کیے، پہاڑوں میں سے بھی بعض سفید اور سرخ مختلف رنگ کے ہیں۔ بالکل سیاہ بھی ہیں۔ انسان، جانور اور مویشی بھی مختلف رنگوں کے ہیں۔ اللہ سے اس کے عالم بندے ڈرتے ہیں۔"

مگر ہم جب دین سیکھتے ہیں یا سکھاتے ہیں تو وہاں سے شروع کرتے ہیں جہاں پر وحی الٰہی مکمل ہوئی تھی۔ ہم شعائر سے شروع کرتے ہیں جہاں پر فرضیت معراج کی رات تک ملتوی رہی تھی یا ہم ان آیات قوانین سے شروع کرتے ہیں جو ہجرت کے بعد ہی نازل ہوئی تھیں۔ چنانچہ نہ تو ہمارے افکار کو راہیں ملتی ہیں اور نہ اصول ہمارے دلوں کے ساتھ مناسبت پیدا کرتے ہیں۔ یوں ہمیں کئی دیواریں، شکلیں اور الفاظ آگے بڑھنے سے روکتے ہیں۔ یا تو یہ ہے کہ ہم انہیں فنا کر دیں اور اس کے ساتھ دین کو بھی فنا کر دیں اور یا پھر ذلت کے ساتھ ان کے اندر مقید ہو جائیں۔

ہمیں دین سے زندگی کی قوت متحرکہ حاصل کرنی چاہئے اور پھر اس قوت کے ساتھ حقائق زندگی کے معرکے میں اترنا چاہئے اور پھر بیسویں صدی کے افکار کے ذریعے ایک ایسا اسلامی تمدن پیدا کرنا چاہئے جو اس بیسویں صدی ہی کے لئے ہو۔

"ان کے بہت سے اجتماعات میں سرگوشی میں کوئی بھلائی نہیں ہے مگر یہ کہ کوئی خیرات کا حکم دے یا نیکی کا یا لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا...... اور جس نے اللہ کی رضا کے لئے ایسا کیا تو اسے ہم بہت بڑا اجر دیں گے۔"

Marfat.com

دین عمل کا ضابطۂ حیات

اگر یہ بات درست ہے کہ واقعیت وحقیقت کے مقابلے میں ایک مثالیت یا آئیڈیلزم بھی موجود ہے تو پھر یہ مثالیت یا آئیڈیلزم دین عمل سے کوئی رشتہ نہیں رکھتا۔

بات یہ ہے کہ دین عمل کا خالق انسان اور جہان دنیا کا خالق بھی ہے اس لئے یہ ناممکنات و محالات میں سے ہے کہ اللہ کا دین عمل اس کے پیدا کئے ہوئے انسان اور جہان دنیا کے ساتھ متقابل و متصادم ہو۔

"فا قم وجھک للدّ ین حنیفا فطرة اللّٰہ التی فطر الناس علیھا لا تبدیل لخلق اللّٰہ ذلک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون "

"آپ سیدھے طریقے سے دین حنیف کی پیروی کیجئے جو اللہ کی بنائی ہوئی اس فطرت پر مبنی ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں۔یہی تو دین عمل اور دین قیم ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

دین عمل کی مثالیت بھی ہر حال میں واقعیت عملی کا رنگ لئے ہوتی ہے۔دین عمل کے لئے حکمت الٰہی نے جو نقطۂ آغاز منتخب کیا ہے وہ بھی ایک زندہ واسطہ ہے جس کے ذریعے پیغام ربانی زمین پر نازل ہوتا ہے۔یہ واسطہ ایک "انسان" کا ہے جس میں تمام کے تمام بشری خصائص موجود ہیں! یہ "زندہ واسطہ" وحی ربانی کو پورے طور پر محفوظ کر لیتا ہے اور ایک حرف بھی ضائع نہیں ہوتا۔پھر وہ اسے دوسرے لوگوں تک بلا کم و کاست پہنچا دیتا ہے۔یہی وحی ربانی ایک صورت واقعیہ کا روپ دھار لیتی

Marfat.com

ہے جو ہدایت واحکام الٰہی کی تعبیر واظہار کا کام کرتی ہے! یہی وحی ربانی اخلاق واعمال کی کتاب کی شکل میں انسانیت کے لئے رہنما بن جاتی ہے! ایک ایسی کتاب جسے ایک اَن پڑھ پڑھتا ہے اور پھر اس اَن پڑھ سے ایسے لوگ اخذ کرتے ہیں جو پڑھنا لکھنا نہیں جانتے اور پھر ان سے وہ لوگ اخذ کرتے ہیں جو اس کتاب کی زبان بھی نہیں بولتے اور سمجھتے۔

دین عمل کی کتاب ہدایت کا جو زندہ واسطہ ہے، وہ یہ اعلان کرتا ہے:

" قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی انما الھکم الہ واحد "

"اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ انہیں بتادیجئے کہ میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں، بس میری طرف وحی ربانی آتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی ہے۔"

اللہ تعالیٰ ہر ایک انسان سے براہ راست مخاطب نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ بات عملی طور پر مشکل ہے اور عام انسانی صلاحیت بھی اس نور و تجلی ربانی کی متحمل نہیں۔

" فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکاً و خر موسیٰ صعقا "

"اور جب موسیٰ کلیم اللہ کے پروردگار نے پہاڑ پر تجلی کا نور ڈالا تو وہ ریزہ ریزہ ہوگیا اور موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔"

اللہ تعالیٰ منصب رسالت کے لئے فرشتے ہی نہیں ارسال کرتا کیونکہ فرشتے کی صفت ملائکیت انسانی فطرت کے مطابق نہیں ہوتی۔

" وقالوا لولا انزل علیہ ملک ولو انزلنا ملکا لقضی الامر ثم لا ینظرون "

"وہ کہنے لگے کاش اس پر کوئی فرشتہ نازل ہوجاتا اور اگر ہم فرشتہ نازل کردیتے تو معاملے کا فیصلہ ہی ہوجاتا اور پھر انہیں مہلت بھی نہ دی جاتی۔"

" ولو جعلنا ملکا لجعلناہ رجلا وللبسنا علیھم مایلبسون "

"اگر ہم فرشتے کو بھی رسول بناتے تو پھر وہ بھی آدمی ہی بنانا پڑتا اور انہیں بھی وہی پہنایا جاتا جو وہ پہنتے ہیں۔"

Marfat.com

" وما منع الناس ان یؤمنوا اذ جاء ھم الھدیٰ الا ان قالوا بعث اللّٰہ بشرا رسولا "

"لوگوں کو کس چیز نے ایمان لانے سے روکا۔ جب ان کے پاس ہدایت آئی اور وہ کہنے لگے کیا اللہ نے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیج دیا ہے۔؟"

" قل لو کان فی الارض ملا ئکۃ یمشون مطمئنین لنز لنا علیھم من السماء ملکا رسولا "

"آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر فرشتے روئے زمین پر اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو ہم ان کے لئے آسمان سے کوئی فرشتہ ہی زمینی رسول بنا کر اتار دیتے۔"

مگر اللہ تعالیٰ بشر کو ہی رسول بنا کر بھیجتا رہا ہے۔ وہ کسی بندے کو چنتا اور منتخب کرتا تھا، اسے بناتا تھا، اپنی نظر کی نگرانی میں سنوارتا تھا، اسے حسن ادب سکھاتا تھا، پھر اسے لوگوں کیلئے رسول بنا کر بھیج دیتا تھا اور یہ بندہ خدا وحی الٰہی کی طرف رسول بن کر آتا تھا۔ وہ ان کے درمیان زندگی بسر کرتا تھا۔ وہ اس سے مانوس ہوتے تھے، سکون پاتے تھے اور اس سے پیغام ربانی سیکھتے تھے۔ اللہ کا ارشاد برحق ہے:

"اور کہنے لگے ہم تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ تو ہمارے لئے اس زمین سے چشمہ بہا دے یا تیرا کھجور یا انگور کا باغ ہو، پھر تو اس میں خوب نہریں بہا نکالے یا تو آسمان کو جیسے کہا کرتا ہے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہم پر گرا دے یا تو اللہ اور فرشتوں کو سامنے لے آئے یا تیرا سونے کا گھر ہو یا تو آسمان میں چڑھ جائے اور ہم تیرے چڑھنے کو بھی نہیں مانیں گے جب تک کہ تو ہم پر کتاب نہ اتارے جسے ہم پڑھ لیں۔ آپ کہہ دیجئے میرا رب پاک ہے میں تو صرف ایک بشر رسول ہوں"

(بنی اسرائیل:19 تا 93)

پھر کہنے لگے یہ کیسا رسول ہے؟ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے کیوں اس کی طرف فرشتہ کیوں نہ اتارا گیا جو اس کے ساتھ ہو کر ڈرانے والا ہوتا یا اس کی طرف خزانہ بھیجا جاتا، یا اس کا باغ

Marfat.com

ہوتا جس سے وہ کھاتا۔ اور ظالم کہتے ہیں تم تو ایک سحر زدہ آدمی کی پیروی کرتے ہو، دیکھئے تو یہ آپ کے لئے کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں۔ یہ گمراہ ہو گئے ہیں، یہ اب راستہ نہیں پا سکتے۔ (الفرقان 7تا9)

''اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر وہ بلا شبہ کھاتے پیتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے اور ہم نے تم میں سے بعض کو بعض کے لئے آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے تو کیا تم صبر کرو گے؟ اور تیرا رب تو دیکھنے والا ہے اور جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کیوں ہم پر فرشتے نہیں اتارے جاتے یا کیوں نہ ہم اپنے رب کو نہیں دیکھتے؟ انہوں نے اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھا ہے اور بڑی بھاری سرکشی اختیار کی۔'' (الفرقان 20تا21)

یہاں یہ سوال اٹھایا جا سکتا ہے کہ لوگ خود ہی تو مقام نبوت سے ایک غیر بشری فطرت کا تقاضا کر رہے تھے تو کیا ان کا تقاضا پورا کرنے کے لئے ایک غیر بشر رسول بھیج کر ان کی واقعی خواہش کی تکمیل اور ان کی حجت بازی کا ابطال نہیں ہو جاتا تھا؟ اور اس کا جواب ہے نہیں! کیونکہ حقیقت واقعی یہاں ان کی خواہش و تقاضا نہیں بلکہ وہ صلاحیت ہے جو بشری فطرت میں حکمت الٰہی کے تقاضے کے طور پر پائی جاتی ہے۔ یہ تقاضے اور خواہشات تو عام بشریت کے لئے موزوں ہیں اور نہ ممکن! ہو سکتا تھا یہ ہیبت ناک صورت حال بعض انسانوں کی آنکھوں کو چکا چوند کر دیتی مگر یہ کوئی معتدلانہ اور متوازن صورتحال نہیں تھی جس پر سب انسان متفق ہو سکتے۔ ہو سکتا ہے یہ تکمیل تقاضا اس نسل کی تسکین کا باعث تو ہو جاتی جو اسوقت محسوس مشاہدہ کر لیتی مگر باقی آئندہ نسلوں کا کیا بنتا؟

پھر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ جو عقل کی فرماں روائی کو معطل دیکھنا چاہتے ہیں، معجزہ دیکھنے کے بعد سر تسلیم خم کر سکیں گے! یہی تو ہیں وہ لوگ جن کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

" ولو فتحنا علیهم بَاباً من السماء فظلوا فیه یعرجون لقالوا انما سکرت ابصارنا بل نحن قوم مسحورون "

''اگر ہم ان کے سامنے آسمان کا دروازہ کھول دیں اور وہ اس میں اوپر کو چڑھتے جائیں تو یہی لوگ کہہ دیں گے ہماری تو آنکھیں بند ہو گئی تھیں بلکہ ہم پر تو جادو کر دیا گیا تھا۔ تو گویا ان لوگوں کا مسئلہ حجت یا دلیل کا مسئلہ کی صورت [illegible] بھی

Marfat.com

نہیں تھا۔"

" قد نعلم انه ليحزنك الذى يقولون انهم لايكذبونك ولكن الظالمين بايات الله يجحدون وجحدوابها و استيقنتها انفسهم ظلما وعلو"

"ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کا کہنا تجھے بہت غم زدہ کرتا ہے، یہ تجھے نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم تو اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔انہوں نے ان آیات کا انکار کیا اور ان کے نفسوں نے انہیں ظلم و سرکشی کے سبب نہ مانا۔"

اس قسم کے پیغام ربانی کے لئے کتاب بھی ہوا کرتی ہے جس میں دین کے اصولوں اور امتیازی نشانات کی جامع منصوبہ بندی کا اندراج ہوتا ہے۔تمام ادیان میں یہ کتاب واقعیت پسند کتاب کی حیثیت سے کارفرما ہی ہے کیونکہ اس میں ارتقاء کا سلسلہ ملحوظ رہا ہے۔

" لكل اجل كتاب يمحوا الله مايشاء ويثبت وعنده ام الكتاب"

"ہر مدت کے لئے ایک کتاب ہے۔اللہ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔اس کے پاس ہی کتاب کا علم ہے۔"

" لكل جعلنا منكم شرعة ومنهاجا ولو شاء الله لجعلكم امة واحدة ولكن ليبلوكم فيما آتاكم"

"تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے ایک شریعت اور طریقہ بنا دیا ہے اگر اللہ چاہتا تو تمہیں ایک ہی امت بنا دیتا مگر وہ اس چیز کے بارے میں تمہاری آزمائش کرنا چاہتا ہے جو اس نے تمہیں دی ہے۔"

اللہ کے بھیجے ہوئے پیغامات میں سے آخری اور مکمل ترین رسالت جب دنیا میں ظہور پذیر ہوئی تو اس کی اساس بھی کتاب ہی تھی۔انسانیت کا ذہن پختہ ہو گیا تھا اور ذہن کی فکری قوتوں میں یہ صلاحیت پیدا ہو گئی کہ وہ احکام الٰہی کو قبول کر سکیں اور فکر و عقل کی روشنی کا ساتھ دے سکیں۔تاریخ انسانی کے اس تکمیلی مرحلے میں جو غیر فانی کتاب نازل ہوئی اسے دائمی اور غیر فانی و غیر متبدل معجزے کی

Marfat.com

حیثیت حاصل ہوگئی اوراس کتاب کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہوا:

" انا نحن نزلنا الذکر و انا لہٗ لحافظون "

''اس کتاب ذکر کو نازل بھی ہم نے کیا ہے اوراس کی حفاظت بھی ہم ہی کریں گے۔''

استاد عزت دروزہ ''سیرۃ الرسول'' میں لکھتے ہیں۔ ''اللہ کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ خوارق کو ہمارے رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے ستون وسہارے نہ بنایا جائے۔آپ کی رسالت کی صحت اور دعوت کی صداقت کے بارے میں نئے اسلوب وانداز میں ایک ایسی دلیل و برہان قائم کی گئی ہے جو انسانیت کو کائنات اوراس کی خیرہ کن نشانیوں کے بارے میں سوچنے اورغور کرنے کی دعوت دیتی ہے۔یہی نشانیاں اللہ تعالیٰ کے وجود،اس کی قدرت واسعہ،توحید اورعبادت و پرستش کا صرف اسی کے لئے ہونا بھی ثابت کرتی ہیں۔یہی نشانیاں شرک وبت پرستی اور بے سروپا خرافاتی وبے اصل عقائد کے بطلان پر بھی دلالت کرتی ہیں کیونکہ یہ سب باتیں اس صاف ستھرے اورسیدھے سادے عقیدے سے متصادم اور متعارض ہیں۔کائنات کی یہی محیر العقول نشانیاں ہیں جن کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کتاب مبین کا اسلوب دلپذیر عقل وقلب سے مخاطب ہوتا ہے اور فضائل کی ترغیب کیساتھ ساتھ رذائل سے نفرت بھی کراتا ہے۔یہی اسلوب معجزہ ہے جو حیات اخروی کے بارے میں قدرت ربانی اوراس زندگی میں حق وانصاف کے تصور کو واضح طور پر پیش کرتا ہے۔اس میں یہ بات بھی ملحوظ رہی ہے کہ اللہ کے وجود،اس کے استحقاق عبادت،توحید اور تمام اوصاف کاملہ سے متصف ہونے کو ثابت کرنے والی دعوت جس میں فضائل واخلاق بلند کو لازم اور فواحش ورذائل سے اجتناب کو فرض قرار دیا گیا ہے۔اسے خارق عادت معجزات کی حاجت نہیں اور نہ ایسی باتوں کا اس سے کوئی واسطہ یا تعلق ہے۔''

مذکورہ بالا تصریح میں رسالت محمدیہ کی امتیازی خوبی کے ساتھ ساتھ اس کے دوام وخلود اور وسعت وعمومیت کی بھی وضاحت ہے۔گذشتہ انبیائے کرام کے خوارق عادت معجزات ایسے حادثات کی حیثیت رکھتے ہیں جو وقوع پذیر ہونے کے بعد ختم ہوگئے۔قرآنی دعوت کا اسلوب بیان جو انبیاء

Marfat.com

سابقین پر نازل ہونے والی کتب سے یکسر مختلف ہے۔ایک زندہ وغیر فانی اسلوب ہے جو زمان و مکان کی قیود سے آزاد ہے اور اس کے دلائل و براہین، اہمیت و تاثیر، فصاحت و بلاغت، عقل و دانش سے لبریز استدلال اور زور بیان کی اعلیٰ خوبیاں ہر زمان و ہر مکان میں پوری قوت و تابانی کے ساتھ جلوہ گر رہیں گی۔یہی وہ نمایاں پہلو اور امتیازی خوبیاں ہیں جن کے باعث قرآن مجید نبوت محمدی کے ایک عظیم ترین و روشن ترین اور زندہ جاوید معجزے کی حیثیت سے باقی و دائم ہے۔

یہ کتاب مبین...... جو انسانی زبانوں میں سے ایک زبان میں ہے اور عقل کو خطاب کرتی ہے۔ اللہ کے دین عمل کے اساسی و بنیادی حقائق سے بحث کرتی ہے اس کا اسلوب بیان سحر انگیز و معجزانہ ہے کیونکہ یہ من عنداللہ ہے اور یہ معجزہ اس لئے ہے کہ یہ ہر زمان و مکان کی انسانیت کے لئے موزوں اور مناسب ہے۔یہ لفظ و معنی دونوں ایک حسین امتزاج لئے ہے۔اس میں علم و دانش اور فکر و فن بھی ہے اور تشریع و قانون اور تہذیب و تربیت کے اصول زریں بھی ہیں۔

لیکن یہ کتاب مبین بیانات و نصوص، احکام شرع، نوامیس فطرت و کائنات اور اجتماعی و معاشرتی معاملات کو کسی ایسے دقیق و مغلق اسلوب میں پیش نہیں کرتی اسی طرح اس کے اسلوب و معجز بیان میں عامیانہ و سادہ انداز بھی اختیار نہیں کیا گیا جس میں جذبات کو ابھارنے کے لئے عامیانہ اور سریلے الفاظ کو شامل کر کے لوگوں کو محو رقص و حیرت کر دیا جاتا ہے بلکہ کتاب اللہ کے اسلوب بیان کا اعجاز یہ ہے کہ اس میں ایک واضح اصول اور طے شدہ انداز کو پیش نظر رکھا گیا ہے جو علم و دانش اور قانون و تہذیب کے معیار سے نیچے نہیں آتا۔

اللہ کا یہ پیغام آخرین اور دین عمل کا نسخہ کیمیا ''تیل اور پانی'' جیسے دو متضاد پہلوؤں کو بھی یکجا نہیں کرتا کہ وہ ایک دوسرے کے اوپر تو ہیں مگر باہم مل نہیں سکتے! اور یوں یہ کتاب اللہ دو تہ یا دو رخی تخلیق بن جاتی جس کا ایک پہلو عوام کے لئے دوسرا خواص کے لئے، ایک حصہ دنیا کے لئے اور دوسرا آخرت کے لئے، یا ایک باب شریعت پر مبنی ہو اور دوسرا حقیقت عملی کیلئے! نہیں! بلکہ اس کے تمام کونے مساوی، تمام حلقات و اطراف مربوط و ہم آہنگ ہیں۔اس کا اوپر والا حصہ میوہ بخش ہے تو نچلا حصہ تازگی و سیرابی لئے ہوئے ہے۔اگر مثال پیش کرنا مقصود ہو تو سورہ البقرہ کے آخر میں آیۃ دین کو پیش کیا جاسکتا ہے

Marfat.com

اسی سے معلوم ہو جائے گا کہ نصوص قرآنی تشریع و قانون اور روحانی تربیت کس طرح باہم مربوط وہم آغوش ہیں۔

" وانه لکتاب عزیز لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید "

"یہ ایک غالب وزوردار کتاب ہے۔ باطل اس پر نہ تو سامنے سے اور نہ پیچھے سے اثر انداز ہو سکتا ہے یہ تو ایک حکیم اور دانا و ستودہ ہستی کی نازل کردہ کتاب ہے۔"

" ولقد یسرنا القرآن للذکر فهل من مدکر "

"ہم نے سبق اور نصیحت حاصل کرنے کیلئے قرآن مجید کو آسان بنا دیا ہے۔" تو کیا اب ہے کوئی نصیحت پکڑنے والا؟"

تو یہ ہے دین عمل کا وہ ضابطہ حیات جو دینی نظریات و افکار کو بھی حقیقت پسندی اور واقعیت کے روپ میں پیش کرتا ہے تا کہ یہ قابل عمل ہو اور آسانی سے لوگوں کے دلوں میں اتر سکے اور وہ اسے نمونہ عمل بنا کر رشد و ہدایت کی راہ حق و اعتدال پر گامزن ہو سکیں کہ اللہ کے فرستادہ رسولوں کا منصب و ہدف بھی یہی ہوتا ہے۔

" لقد ارسلنا رسلنا بالبینات، وانزلنا معهم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط "

"ہم نے اپنے رسولوں کو دلائل واضح دے کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب ہدایت بھی نازل کرتے رہے اور قانون عدل بھی تا کہ لوگ عدل و انصاف پر قائم رہ سکیں۔"

دین عمل کا یہ ضابطۂ حیات موضوع و مضمون کے اعتبار سے بھی حقیقت عملی اور واقعیت پر مبنی ہے اس کے تمام اصول و ضوابط انسان کی عملی زندگی کے لئے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

Marfat.com

عقیدہ حق وحقیقت عمل

دین اسلام کے عقائد بھی بالکل سیدھے، آسان اور قابل فہم ہیں۔ یہ ایسے عقائد ہیں جو ایک ژرف نگاہ اور عمیق الخیال فلسفی کے لئے فکری غذا بھی مہیا کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ایک معمولی سطح کے آدمی کے سادہ ذہن کے لئے راحت واطمینان بھی فراہم کر سکتے ہیں۔

اسلامی عقائد کی سہولت وسادگی کی ایک مثال یہ ہے کہ اس کی بنیادیں توحید خالص پر استوار ومرتکز ہیں توحید خالص کا سادہ اور صاف عقیدہ ہر خاص وعام کی سمجھ میں آسانی سے آجاتا ہے اور کسی قسم کی الجھن یا رکاوٹ پیش نہیں آتی۔ اسلامی عقیدہ توحید کی سادگی اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی کہ یہ ایک صاف اور واضح کلمہ لا الہ الا اللہ پر مبنی ہے۔ یہ کلمہ طیبہ اللہ جل جلالہٗ کی ذات کے لئے الوہیت اور معبودیت ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ باقی تمام جھوٹے خداؤں کی الوہیت کی بھی غیر مبہم نفی کرتا ہے۔ چنانچہ یہ سادہ اور واضح جملہ کسی مزید تائیدی وضاحت کے بغیر شرک کی تمام صورتوں کو بھی بالکل باطل ٹھہراتا ہے۔ یہ عقیدہ توحید بڑے سادہ اور آسان انداز میں ذات باری تعالیٰ کا وصف بیان کرتے ہوئے اس ذات یکتا و بے مثال کی کسی شبیہہ یا مماثل کی مطلقاً نفی کرتا ہے اور اس کے لئے کسی تفصیلی تشریح کی حاجت نہیں پڑتی بلکہ یہاں تو سیدھے سادے انداز میں یہ کہہ دیا گیا ہے کہ لیس کمثلہ شی ء (اس جیسی تو کوئی شے ہی نہیں ہے) اس لئے تو کہا گیا ہے کہ "کل ما خطر ببالک اللہ بخلاف ذلک جو چیز بھی تیری چشم تصور اور خیال میں آجائے تو سمجھ لے کہ اللہ اس کے سوا کچھ اور ہی ہے۔"

یہ وہ مسلک ہے جسے تمام عقول انسانی قبول کرتی ہیں۔ اس واسطے کہ قوت الٰہیہ کے کنہ تک رسائی انسانی طاقت واستطاعت سے برتر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صفات الٰہیہ کے سلسلے میں پیش آنے والی ہر

Marfat.com

صورت حال کو کسی ایسی کیفیت پر محمول کیا جائے گا جو عام انسانی زندگی کے مانوس طور طریقوں کے مطابق ہو۔ چنانچہ اللہ کی ذات بے مثال کو سلبی و منفی طریقے سے واضح کیا گیا ہے اور یہ طریقہ بیان عقل انسانی کی تشفی کرتا ہے کیونکہ منطقی طور پر خالق کی ذات مخلوق کے بالکل برعکس ہی ہوگی جو انسان کی قوت ادراک سے برتر ہے۔

" لاتدرکه الابصار وھو یدرک الابصار "

"انسانی قوت بصر و بصیرت اس کا ادراک کرنے سے عاجز ہے جبکہ وہ ذات بے مثال ان قوتوں کا پورا پورا ادراک رکھتی ہے۔"

اور فی نفس الوقت وصف انسانی خالق و مخلوق کے درمیان موازنہ کرنے کے بھنور میں بھی نہیں پھنستی کیونکہ یہ بھنور عقل انسانی کو لغزش اور گمراہی سے بھی دوچار کر سکتا ہے۔

اس حقیقت حال کی صداقت آپ پر اس وقت واضح ہو جائے گی جب آپ اسراء اور معراج کے سلسلے میں وارد ہونے والی قرآنی نصوص اور احادیث نبویہ کا بغور مطالعہ کریں گے۔ چنانچہ اسراء سے متعلق نصوص و احادیث میں آپ کو تفصیل و تحدید نظر آئے گی، اس لئے کہ سفر اسراء ایک ارضی رحلت ہے اور عقل انسانی اس کے مناظر و مشاہد کا تتبع کر سکتی ہے، لیکن اس کے برعکس سفر معراج ایک لقائے ربانی ہے جس کی حقیقت کا ادراک انسان کی استطاعت سے باہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ معراج کے متعلق اشارات ربانیہ اور آیات قرآنیہ کا انداز سریع و خفی اور سرسری و اجمالی رنگ لئے ہوئے ہے۔

" مازاغ البصر وما طغیٰ لقد رایٰ من آیات ربه الکبریٰ "

"بصارت نبوی نہ تو ٹیڑھے پن کا شکار ہوئی اور نہ گستاخانہ حد کو چھوا بلکہ اس نے تو اپنے رب کی عظیم الشان نشانیاں دیکھیں۔" (53:17 تا 18)

اسلامی عقیدہ توحید کی سہولت و سادگی اور عملی حقیقت کا ایک مظاہرہ اس نظریئے میں ہے جس کی رو سے ہر عمل کی جزا و سزا ہے۔ اس لئے کہ انسان اپنی تکوین و تشکیل کے اعتبار سے قائم بالذات مخلوق نہیں ہے۔ اسے فضل و احسان کی حاجت ہے اور حرمان و اذیت اس کے لئے باعث تکلیف ہیں۔ چنانچہ اس کی اسی فطرت و جبلت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اس کے سامنے ثواب و عقاب کا نظریہ پیش کر دیا گیا ہے۔ قرآن مجید کی آیات اور ارشادات نبوت میں جنت، اس کی نعمتوں اور ساز و سامان کے

Marfat.com

بیان کی تفصیل کے ساتھ ساتھ جہنم کی آگ اور اس کے دردناک عذاب کو بھی واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔ یہ انداز بیان حسی نعمتوں اور حسی عذاب کی صورتوں کو اپناتا ہے تاکہ وہ انسان بھی اسے سمجھ لیں جو ہر بات اور ہر معاملے کو محسوس پیمانوں سے ناپنے کے عادی ہیں لیکن روحانی نعمتوں پر ایمان رکھنے والوں کیلئے نفسیاتی انعام و عذاب کی صورتوں کو بھی اپنایا گیا ہے۔

توحید اسلامی کی سہولت و بساطت کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ اس میں نفوس بشریہ کو ترغیب و ترہیب اور خوف و امید کے میلانات و رجحانات کا احساس بھی دلایا گیا ہے۔ چنانچہ ذات باری تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں جمالی صفات کے ساتھ ساتھ جلالی صفات بھی موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ذات غفور، ودود اور شکور بھی ہے اور عزیز، جبار اور متکبر بھی۔ اہل تقویٰ کے لئے اس نے جنت بنائی ہے تو اس کے مقابلے میں اہل عصیاں و سرکشی کیلئے جہنم بھی تیار ہے۔ اللہ کی مخلوق میں وہ نورانی فرشتے بھی ہیں جو خیر و طاعت کی مثالی حیثیت رکھتے ہیں۔

"لا یعصون اللّٰہ ما امرھم و یفعلون ما یؤمرون"

"وہ اللہ کے حکم کی نافرمانی ہرگز نہیں کرتے اور وہ وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔"

اسی طرح اس کی مخلوق میں سرکش شیاطین بھی ہیں جو کفر و عصیان اور تمرد و سرکشی کا ایک مثالی کردار رکھتے ہیں۔ اسی خالق کل کی مخلوق میں سے انسان بھی ہے جس کے جسم میں شیطان یوں سرایت کرتا ہے جس طرح اس کی رگوں میں خون دوڑتا ہے اور اسی انسان کی حفاظت کے لئے فرشتے بھی ہیں جو اس پر شفقت اور حمایت کا سایہ کیے رہتے ہیں۔

یہ ہے دین اسلام کا عقیدہ مثالیہ جو انتہائی سادگی و آسانی کے ساتھ انسان کے دل میں گھر کرتا ہے اور زندگی و کائنات کے بارے میں اس کے سامنے ایک جامع نظریہ پیش کرتا ہے جو ایمان بالغیب کے ساتھ ساتھ غیر محسوس کو معلوم کرنے کی خواہش بیدار کرتا ہے اور اللہ رب العزت کی کرشمہ سازیوں کا مطالعہ کر کے اس کی ذات کا یقین پیدا کرنے کی دعوت دیتا ہے اور یوں دین اسلام پر عمل کرنے والے ہر فرد اور معاشرے پر اس عقیدے کے عملی اور حقیقی آثار مرتب ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

اس کائنات میں اپنا مرتبہ و مقام معلوم کیے بغیر انسان کا نفسیاتی اور ذہنی و فکری توازن قائم نہیں

Marfat.com

ہوسکتا۔ انسان کو یہ معلوم ہونا لازمی ہے کہ آیا وہ ایک اعلیٰ ترین قوت ہے جو ہر چیز پر حاکم وحاوی ہے اس لئے سرکشی وطیش کا مظاہرہ اسے ہر طرح سزاوار ہے یا یہ کہ وہ فطرت کا تابع ومحکوم ہے جو طوفانوں کے سامنے ایک تنکے کے سوا اور کچھ نہیں اس لئے کمزوری وسپردگی ہی اسے زیبا ہے؟

دین عمل کا ربانی عقیدہ ہے کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی اس وسیع کائنات کو اس نے بندوں کیلئے مسخر مطیع کردیا ہے جو اولاد آدم کی حیثیت سے اللہ کی طرف سے تکریم وفضیلت کے مستحق ہیں۔ اسی لئے یہ عقیدہ رکھنے والا عاجزی وشکستگی اور ہر بدمست قوت کے شر سے محفوظ ہوجاتا ہے۔ اس لئے بندہ مومن نہ تو جھک کر زمین سے چپک جاتا ہے اور نہ اکڑ کر آسمان پر چڑھنے لگتا ہے، نہ تو خوشی اسے سرکش بناسکتی ہے اور نہ مصیبت اسے کچل سکتی ہے۔ اگر اس پر خوشی کی کیفیت وارد ہو تو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے جو اس کیلئے باعث خیر ہے اور اگر کوئی غم وضرر پہنچے تو وہ صبر سے کام لیتا ہے تا کہ یہ بھی اُسی کے حق میں خیر وبھلائی ثابت ہو۔

انسانی معاشرے میں معاشرتی توازن صرف اسی صورت قائم ہوسکتا ہے جب انسان اپنے سے کسی بڑی قوت کی تعظیم کریں اور دنیاوی زندگی سے بڑھ کر کسی ساز وسامان کی اہمیت وبرتری کو تسلیم کریں کیونکہ اگر انسان اللہ کی قوت اور حساب یوم آخرت کو فراموش کردیں تو پھر ان کی عملی زندگیاں اپنی ذات تک محدود رہ جائیں گیاور صرف انسان پر ایمان رکھنے کا حتمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ ہر شخص اپنی ذات تک اپنا ایمان محدود رکھے گا کیونکہ وہ بھی تو انسان ہی ہے۔ دوسرے لوگ اس سے بڑھ کر کیا ہوسکتے ہوں گے؟

صرف دنیا پر ایمان لانے کا حتمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر شخص اپنی دنیا کو مرکز ایمان تسلیم کرنے لگے گا۔ دنیا کی بڑی سے بڑی دولت اکٹھی کرنا اس کا پیدائشی حق اور فریضہ ہوگا کیونکہ اس کا منتہائے مقصود اور مبلغ علم ہی یہی ہوگا! انسانی زندگی کا یہی وہ مرحلہ ہے جہاں آکر انفرادی انانیت اور مادی نفع پرستی جڑیں پکڑتی ہیں۔ ایسی صورت میں کوئی بھی اخلاقی فلسفہ اچھے نتائج پیدا کرنے سے عاجز ہوگا کیونکہ آخر یہ اخلاقی فلسفہ بھی تو ایک انسان کے دماغ کی پیداوار ہوگا اور کسی بلند تر قوت کی جانب سے وحی تو نہ ہوگی۔ ہر انسان کو یہ حق ہوگا کہ چاہے تو اس اخلاقی فلسفے کو تسلیم کرے اور چاہے تو مسترد کرے۔ جو بھی اس کی خواہشات اور مصلحتوں کا تقاضا ہو! شر کی ان جڑوں کو کوئی قانون بھی نہیں اکھیڑ سکے گا کیونکہ یہ

Marfat.com

قانون بھی تو آخر انسان کا بنایا ہوا ہی ہوگا۔اس لئے کوئی انسان اپنے آپ کو کسی دوسرے انسان کے تابع کیوں کرنے لگا......؟

کبھی ایسی صورت حال بھی سامنے آئے گی کہ انسان کو کسی قوت کا خطرہ لاحق ہوگا۔ایسے موقع پر انفرادی نفع پرستی کا فلسفہ اسے نفع اور نقصان کے درمیان موازنے پر مجبور کردے گا۔اگر تو قوت کے خلاف سر اٹھانے میں نقصان زیادہ ہوا تو دبک کر بیٹھ جائے گا مگر وقتی طور پر اور اگر سر اٹھانے میں نفع زیادہ نظر آیا تو وہ اپنی دنیاوی منفعتوں کی خاطر سرکشی پر اتر آئے گا۔

پھر ایک اور سوال بھی ہے۔طاقت کے مقابلے میں انسانی فضائل و اخلاق کا دفاع کرنے والا کون ہوگا؟ لوگوں میں قانون کی عملداری کون قائم کرے گا؟ یہ بھی تو کوئی انسان ہی ہوگا! عام انسانوں کی طرح انانی، نفع پرست اور خودغرض ......اسے بھی دوسروں کو قانون کے اختیار اور قوت شمشیر سے دھمکانے کی ضرورت ہوگی۔اور یوں ایک حفاظت کرنے والے کو ایک اور محافظ کی ضرورت پھر اس محافظ کو ایک اور محافظ کی! اور اس طرح تمام انسان ایک دوسرے کے چوکیدار اور نگران بن کر رہ جائیں گے اور بالآخر ایک ایسا مرحلہ بھی آئے گا جہاں اعلیٰ طبقے کو روکنے ٹوکنے والا کوئی چوکیدار یا نگران نہ ہوگا؟ بھلا اس قسم کے انسانی معاشرے میں سیاسی، معاشرتی اور بین الاقوامی انصاف کیونکر برقرار رہ سکے گا۔ (آج ہم یہی تو دیکھ رہے ہیں!)

لیکن اگر نفوس انسانی کو تربیت دیتے وقت اللہ عالم الغیب والشہادۃ اور یوم آخرت کے منصفانہ حساب کو ذہن نشین کرا دیا جائے تو پھر ہر انسان اپنے ہم جنسوں کے ساتھ لین دین میں اللہ کا تصور ذہن میں رکھے گا اور دنیاوی عملی زندگی میں آخرت کی دائمی زندگی کو اپنے پیش نظر رکھے گا۔

اس طرح ہر فرد معاشرہ ایک اندرونی محافظ کی نگرانی میں کام کرے گا جو اعلیٰ وارفع اخلاقی اقدار کی صورت میں اس کی راہنمائی اور حفاظت کرتا رہے گا! ایک ایسا محافظ جس کا سرچشمہ قلب وضمیر کی گہرائیوں میں ثبت ہونے والا عقیدہ ہوگا۔ایک ایسا محافظ جو سب سے زیادہ طاقتور، باصلاحیت اور کسی اسلحے یا تنخواہ کا بھی محتاج نہ ہوگا۔

تو کیا مبنی بر حقیقت عقیدہ ہر انسانی معاشرے کی ضرورت نہیں؟ وہ عقیدہ جس کی بنیاد حق پر ہو اور حقیقت عمل کی ترجمانی کرتا ہو۔

Marfat.com

عمل صالح کی شریعت

دین عمل کی شریعت وضابطہ حیات کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ہر پہلو سے جامع اور مکمل ہے۔ چنانچہ اللہ کی ذات قدوسیہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے کے ساتھ اس میں ان امور کی بھی تفصیل ہے جنہیں اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور یوم الحساب میں ان پر اجر وثواب عطا کرے گا۔ اسی طرح ان امور کی تفصیل بھی پیش کردی گئی ہے جو اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب کا سبب ہیں اور جن پر وہ یوم الحشر میں عتاب وسزا دے گا۔

وہ عقیدہ یا مذہب جس میں اس قسم کی ''قانونی تفصیل'' نہ دی گئی ہو وہ لوگوں کو دو قسم کے انسان بنا دے گا۔ ایک وہ انسان جو بغیر سوچے سمجھے اللہ سے ڈرے گا اور ایک متردد قدامت پسند اور لکیر کے فقیر کی حیثیت سے زندگی گزارے گا۔ وہ کسی کام کی طرف قدم ہی نہیں بڑھائے گا کہ کہیں یہ حرام نہ ہو، یہ ایک ایسا آدمی بنا دے گا جو بالکل لاابالی، غیر محتاط اور ورع وتقویٰ سے خالی ہوگا۔ وہ یہ سمجھ بیٹھے گا کہ اللہ کی ذات پر ایمان لانا ہی ہر کام سے بخشش اور ہر عمل کے مباح ہونے کے لئے کافی ہے کیونکہ حصول مقصد کے لئے اس کے نزدیک تمام وسائل وطریقے جائز ہوں گے! اس لئے یہ ضروری تھا کہ اس دینی تصور کو منضبط کرنے کیلئے علامات ونشانات راہ کا تعین ہو جائے۔

" فبعث اللہ النبیین مبشرین و منذرین و انزل معھم الکتاب بالحق لیحکم بین الناس فیما اختلفوا فیہ "

Marfat.com

"چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو بشارت دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا،
ان کے ساتھ حق پر مبنی کتاب بھی نازل کی تا کہ وہ لوگوں کے درمیان ان باتوں کا
فیصلہ کرے جن میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔"

شرعی احکام کی عملی تنفیذ کا حقیقی محرک وہ ورع و تقویٰ ہے جس کا سرچشمہ عقیدہ و ایمان ہو کیونکہ:

" البر ما اطمان الیه القلب والاثم ماحاک فی الصدر"

"نیکی ہے ہی وہ جس پر دل مطمئن ہو اور بدی وہ ہے جو دل میں چبھے"

احکام شریعت اس جذبہ اخلاقی کو منظم کرتے ہیں اور یہ جذبہ اخلاقی ان احکام شریعت کو تقویت دیتا ہے۔ اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ جن احادیث نبویہ میں جزا و سزا کی بات کی گئی ہے اور عقائد کے موضوع سے بحث کی گئی ہے ان میں عملی صورتوں کا سہارا لیا گیا ہے تا کہ لوگوں کے سامنے محض مبہم سے احساسات و جذبات ہی پیش نہ کئے جائیں، دین فقط ہاؤ ہو اور رسومات نہ قرار پائیں اور لوگ خرید و فروخت، آداب گفتگو اور لین دین کی اخلاقی معرفت و تربیت کے بغیر ہی فردوس بریں اور جنات عدن میں اللہ کی معیت سے متمتع ہونے کا خواب دیکھتے رہیں۔

ترمذی میں ایک حدیث وارد ہوئی ہے۔ حضرت معاذ بن جبل فرماتے ہیں:

"کہ میں ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھا۔ ایک دن میں آپ کے قریب ہو گیا اور ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ تب میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتائیے جو مجھے جنت میں داخل کر دے اور دوزخ سے باہر کر دے؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو نے ایک بہت بڑی بات پوچھی ہے اور جسے اللہ توفیق بخشے اس کے لئے یہ آسان بھی ہے۔ صرف اللہ کی عبادت کرو اور اسکے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ نماز پڑھو، زکوۃ ادا کر، رمضان کا روزہ رکھو اور بیت اللہ کا حج کرو۔ پھر فرمایا کیا میں تجھے خیر کے دروازوں کا پتا نہ بتادوں؟ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: روزہ ایک ڈھال ہے اور صدقہ گناہ کو یوں مٹا دیتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھا دیتا ہے اور آدھی رات کو نماز تہجد ادا کرنا صالحین کا شعار ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

" تتجافیٰ جنوبھم عن المضاجع......

Marfat.com

"ان کے پہلو بستروں سے الگ ہو جاتے ہیں۔"

پھر آپ نے فرمایا: کیا میں تجھے دین کے معاملے کی بنیاد اس کے ستون اور اس کی کوہان کی چوٹی کے بارے میں نہ بتادوں؟ میں نے کہا ہاں یا رسول اللہ! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: معاملے کی بنیاد تو ہے اسلام اور اس کا ستون ہے نماز اور اس کے کہان کی چوٹی ہے جہاد۔ پھر آپ نے فرمایا: اسے روکے رکھو اور زبان کی طرف اشارہ کیا۔ میں نے کہا یا رسول اللہ! تو کیا ہم جو کچھ کہتے ہیں اس سے ہمارا مواخذہ ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دیکھو معاذ! لوگوں کو منہ کے بل آگ میں گرانے والے یہی اقوال ہی تو ہیں جو ہماری زبانوں کا نتیجہ ہیں۔

آپ نے ملاحظہ فرمایا۔ ان بلند قسم کی تعلیمات عبادت میں عملی زندگی کے بارے میں کیسی کیسی نصیحتیں موجود ہیں جنہیں انسانوں کو اپنی عملی زندگی ...... میں نافذ کرنا ہے۔ اسی طرح اگر آپ معلم بشریت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث کا تتبع کریں گے تو آپ دیکھیں گے کہ کس طرح آپ لوگوں کو ایسے اخلاق و اعمال کی تاکید کرتے ہیں جو عقیدے کی سچائی اور ایمان کی روشنی کا باعث بنتے ہیں! ترمذی ہی کی روایت کے مطابق یہ آپ ہی کا تو ارشاد ہے کہ:

" اتق المحارم تکن اعبدالناس "

"حرام کی چیزوں سے بچ تو سب سے بڑا عبادت گزار ہو جائے گا۔"

یہ بھی تو اسی رسول برحق کا ارشاد ہے جسے امام مسلم نے روایت کیا ہے کہ "ایمان کے ستر سے کچھ اوپر شعبے ہیں۔ ان میں اعلیٰ ترین کلمہ لا الٰہ الا اللہ ہے اور سب سے کم درجہ راستے سے کسی تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا ہے اور حیاء بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے۔"

ضمیر کی نگرانی اور قانون کے تحفظ کے درمیان توازن و امتزاج پیدا کرنے کے لئے دین اسلام کی شریعت ایک ایسا قانون عقوبات پیش کرتی ہے جس میں دنیا و آخرت دونوں کی جزا و سزا میں توفق و مطابقت کو ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے۔ فی نفس الوقت دین اسلام میں جرم کی ٹوہ لگانے اور سزا دینے پر تُل جانے کی ترغیب کی بجائے سزاؤں سے بچنے کے لئے توبہ کے دروازے کھولنے کی تاکید کرتا ہے۔

" الا الذین تابو من قبل ان تقدروا علیھم "

Marfat.com

"مگر وہ لوگ سزا سے بچنے کے مستحق ہو گئے جو گرفتار ہونے سے قبل ہی تائب ہو گئے۔"

دین اسلام قاضی وقت کو حالات و اسباب کا اندازہ کر کے حد و سزا معاف کرنے کی بھی دعوت دیتا ہے:

ادرأ و االحد عن المسلمین مااستطعتم فان و جدتم للمسم مخر جا فخلوا سبیله فان الامام لان یخطی فی العفو خیر من ان یخطی فی العقوبه

یعنی "مسلمانوں سے سزاؤں کو دور رکھا کرو جہاں تک ممکن ہو اگر تمہیں مسلمان کی خلاصی کی کوئی صورت نکلتی ہو تو اسے چھوڑ دیا کرو کیونکہ حاکم وقت کا معاف کر دینے میں غلطی کرنا سزا دینے میں غلطی کا ارتکاب کر بیٹھنے سے بہتر ہے۔"

تو گویا اس طرح دین اسلام عقیدے اور قانون میں تناسب پیدا کرنے کے سبب مثالیت کے درجۂ کمال کو پہنچ جاتا ہے اور وہ اس مثالیت میں حقیقت پسند بھی ہے کیونکہ یہ بات انسانی فطرت کے قریب تر ہونے کے ساتھ ساتھ دینی نظریہ عمل کی کامیابی کے لئے بھی ایک مناسب صورت پیش کرتا ہے۔

اس حقیقت پسندانہ مثالیت کے ساتھ وہ نازک سا امتزاج بھی شامل کیا جا سکتا ہے جو نیت یا عمل یا ظاہر اور باطن کے درمیان موجود ہے کیونکہ دین اسلام پر عمل کی بنیاد نیت کو قرار دیتا ہے۔

" انما الاعمال بالنیات و انما لکل امری مانوی "

"اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہوتا ہے۔ ہر شخص کو اس کی نیت کا پھل ملتا ہے۔"

لیکن شریعت اسلامی کے احکام قضائیہ ظاہر کے مقتضی کے مطابق چلتے ہیں نہ کہ باطنی اتہام و الزام کی بنیاد پر۔ حدیث میں آیا ہے:

"میں بھی ایک بشر ہوں، تم مجھ سے مقدمات کا فیصلہ کرواتے ہو، ہو سکتا ہے تم میں سے ایک شخص دوسروں کی نسبت زیادہ زوردار انداز میں دلائل پیش کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو اور میں اس کی باتیں سن کر اس کے حق میں فیصلہ دے دیا کروں۔ اگر میں کسی کے حق میں کسی ایسی چیز کا فیصلہ دے دوں جس کا حقدار دوسرا شخص تھا تو پھر یہ چیز آگ کا ایک ٹکڑا ہے جو چاہے اسے لے لے اور جو چاہے اسے چھوڑ دے۔"

Marfat.com

دین اسلام کی کمال کی صورت اس کا ایجابی اور مثبت نقطہ نظر بھی ہے تاکہ ایک مسلمان جس طرح خود اسلام کی حقانیت سے متاثر ہے اسی طرح اپنے ماحول پر بھی اثر انداز ہو سکے۔ اس ایجابی اور مثبت انداز کی بے شمار صورتوں میں سے بعض یہ ہیں کہ اسلام اپنے پیروکاروں کو اس بات کا پابند کرتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کو بھلائی کی نصیحت کرتے رہیں، حق و صبر کی وصیت پر قائم رہیں، بر و تقویٰ کی بنیاد پر تعاون کرتے رہیں، نیکی کا حکم دیتے رہیں اور بدی سے منع کرتے رہیں، یہ مثبت اور ایجابی نقطہ نظر جہاد فی سبیل اللہ کا حکم دیتے وقت اپنے نقطہ عروج کو پہنچ جاتا ہے۔ یہ ہے وہ بنیاد جس پر دین اسلام عقیدے، شریعت اور قوت کے ذریعے حق کی بنیادوں کو مضبوط کرنا چاہتا ہے۔ بغاوت، سرکشی اور جارحیت کے لئے نہیں بلکہ انسانی فطرت اور عملی زندگی کو حق کی حدود میں رہ کر آگے بڑھانے کے لئے

" لقد ارسلنا رسلنا بالبينات ،وانزلنا معهم الكتاب والميزان ليقوم الناس بالقسط ،وانزلنا الحديد فيه بأس شديد و منافع للناس "

"ہم نے اپنے رسولوں کو دلائل کے ساتھ بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب اور میزان اتاری تاکہ لوگ انصاف پر قائم ہوں اور ہم نے لوہا اتارا اس میں شدت کی سختی ہے اور لوگوں کے لئے فائدے ہیں۔" (25:57)

دین اسلام کی حقیقت پسندانہ مثالیت اس وقت اور بھی زیادہ روشن اور عیاں نظر آنے لگتی ہے جب وہ اپنے فرزندوں کو جہاد کے میدانوں میں لے کر چلتا ہے، اس وقت یہ دین عمل اپنے ان فرزندوں سے فتح و ظفر کے ساتھ شہادت کا بھی وعدہ کرتا ہے اس لئے کہ فطرتی طور پر انسان قریب ترین آرزو کی طرف مائل و راغب ہوتا ہے۔

" قل هل تربصون بنا الا احدى الحسنيين ونحن نتربص بكم ان يصيبكم الله بعذاب من عنده او بايدينا......يغفر لكم ذنوبكم ويدخلكم جنت تجرى من تحتها الانهار ومساكن طيبة في جنات عدن ذلك الفوز العظيم و اخرى تحبونها نصر من الله وفتح قريب و بشر المؤمنين "

Marfat.com

"آپ کہہ دیجئے کہ تم تو ہمارے لئے دو بھلائیوں میں سے ایک بھلائی کی توقع رکھتے ہو جب کہ ہم تمہارے بارے میں یہ توقع رکھتے ہیں کہ یا تو اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے پاس سے عذاب دے گا یا ہمارے ہاتھوں...... اللہ تعالیٰ اس جہاد کے باعث تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور تمہیں ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں بہتی ہوں گی، اچھے گھر ہوں گے جنات عدن میں، یہ بڑی کامیابی ہے دوسری بات جسے تم پسند کرتے ہو وہ بھی ہے، اللہ کی مدد اور قریبی فتح۔ اہل ایمان کو خوش خبری سنا دیجئے۔"

اسی طرح دین اسلام اپنے پیروکاروں کو اللہ کے احکام کو نافذ کرنے والی حکومت سے بھی مربوط کر دیتا ہے اور انہیں جنت میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی اور نعمتوں کی بشارت بھی سناتا ہے۔"

"اللہ تعالیٰ نے تم میں سے ان لوگوں کے ساتھ جو ایمان لائے اور نیک کام کئے وعدہ کیا ہے کہ وہ انہیں زمین میں خلیفہ بنائے گا جیسا انہیں خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے تھے اور وہ ان کے لئے ان کے دین کو جو اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے مضبوطی سے قائم کر دے گا اور وہ ان کے لئے خوف کے بعد امن کی حالت بدل دے گا۔ وہ میری ہی عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔" (النور:55)

"اور اللہ تعالیٰ اس کی ضرور مدد کرے گا جو اس کے دین کی مدد کرے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ بہت طاقت ور اور غالب ہے۔ وہ جنہیں اگر ہم زمین میں اختیار دیں تو وہ نماز کو قائم کریں گے اور زکوۃ دیں گے اور اچھی باتوں کا حکم کریں گے اور بری باتوں سے منع کریں گے اور سب کاموں کا انجام تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ (22:40تا41)

سب کے سب لوگ حکماء اور فلاسفر نہیں ہوتے جو عقلی لطف اندوزی کے ذریعے دین اخذ کر لیتے ہیں۔ اسی طرح سب انسانی ابطال یا ہیرو بھی آزمائش میں صبر کر کے اور دشمنوں سے جہاد میں لذت و مسرت محسوس کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دین اسلام نے اس وقت بھی حقیقت پسندانہ مثالیت کا مظاہرہ کیا ہے جب مسلمانوں کو مستقبل قریب کے بارے میں اطمینان اور دور کی امید کا شوق دلایا۔

Marfat.com

سب کے سب لوگ پاکباز اور متقی بھی نہیں ہوتے جو حکومت مقتدرہ کے اجبار کے بغیر ہی اللہ کے احکام پر عمل شروع کر دیں۔ یہی وجہ ہے کہ اس حقیقت کو بھی پیش نظر رکھ کر دین اسلام نے بڑی حقیقت پسندانہ مثالیت کا مظاہرہ کیا ہے۔

دین اسلام میں ریاست و حکومت سے مراد تسلط و اقتدار کا وہ بخار نہیں جس میں مسلمانوں کو مبتلا کر دیا جائے گا اور لوگ حکومت و ریاست کے جھگڑوں میں بھٹکتے پھریں گے۔ ارشاد ربانی ہے:

تلک الدار الآخرة نجعلها للذین لایریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقین "

"وہ جو دار آخرت ہے وہ تو ہم نے ان لوگوں کے لئے بنایا ہے جو زمین میں سرکشی اور فساد نہیں چاہتے اور عاقبت تو اہل تقویٰ کے لئے ہی ہے!"

اسلام اپنے ماننے والوں سے یہ بھی مطالبہ کرتا ہے کہ وہ دینی احکام پر علیٰ وجہ البصیرت عمل کرنے کے لئے اس کے احکام کا علم حاصل کریں۔ اللہ کی شریعت کے مطابق حلال و حرام کی تفصیل معلوم ہوئے بغیر "نیک نیت" کا بہانہ کافی نہیں! علم صحیح کے بغیر اعمال کے آغاز کا انجام درست نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح اگر علم پر صحیح طور پر عمل نہ ہو تب بھی گمراہی سے محفوظ رہنے کی ضمانت نہیں مل سکتی۔ دین اسلام نے بنیادی تربیت کا عملی مظاہرہ کرتے ہوئے ایک ان پڑھ معاشرے کو حلال و حرام کی معرفت سکھائی اور بہت سے ثقافتی فرائض کی عملی صورت دکھائی جن پر عمل کیے بغیر انسان کا اسلام مکمل نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ قرأت قرآن، اس کا سننا، جمعہ و عیدین کا خطبہ اور سفر حج وغیرہ سب تعلیم و تربیت کے عام معاملات ہیں۔ امام ابن حزم اپنی کتاب الاحکام میں مسلمان پر زور دیتے ہیں کہ اسے ہر عمل کے بارے میں پہلے علم حاصل کرنا چاہیے تاکہ اپنی یا کسی اور کی من مانی باتوں پر عمل پیرا نہ ہونا پڑے۔

"لوگ جو عقائد رکھتے ہیں ان میں وہ چار قسموں سے باہر نہیں ہوتے۔ یا تو یہ صورت ہوگی کہ انسان درست بات کی تلاش کرے گا اور کوشش سے درست بات کو واقعی پالے گا اور یا درست بات کی تلاش میں کسی عارضے کے سبب وہ درست بات تک رسائی سے محروم رہ جائے گا اور یا پھر وہ تقلید کرے گا اور اس کی تقلید درست بات کے مطابق ہو جائے گی اور یا اس کی تقلید غلط ہوگی۔ جہاں تک پہلی دو

Marfat.com

صورتوں کا تعلق ہے تو ان کے سلسلے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیصلہ یہ۔ ہے کہ جس نے اجتہاد کیا اور درست بات تک پہنچ گیا اس کے دو اجر ہیں اور جس نے اجتہاد کیا اور غلطی کھائی اسے صرف ایک اجر ملے گا یہاں تک کہ تیسری قسم کے بارے میں فرمایا: بلاشبہ خطا کار مجتہد درست کار مقلد سے بہتر اور اجر کے لحاظ سے بڑا ہے۔ پھر فرمایا رہی چوتھی قسم یعنی خطا کار تو اسے دو گناہ حاصل ہوں گے پہلا تقلید کی معصیت کا اور دوسرا غلط اعتقاد رکھنے کی معصیت کا۔"

Marfat.com

قابل عمل مثالیت

نظریہ مثالیت میں اخلاق کو بلند ترین حیثیت حاصل ہے۔ انسانی زندگی کا یہی ایک پہلو ہے جسے لوگ انسان کے اختیاری اوصاف میں سب سے اعلیٰ وصف تصور کرتے ہیں مکیاولی نے اخلاقیات سے چھٹکارا پانے کا فلسفیانہ نظریہ پیش کیا اور کہا تھا کہ "مقصد ہی وسیلے کا جواز پیش کرتا ہے۔" تو لوگوں نے اس وقت کہا تھا کہ یہی تو حقیقت پسندی ہے! تو کیا اسلامی نظریہ دین و منطق میں بھی اخلاق کوئی خواب و خیال کی دنیا ہے؟ نہیں! بلکہ اسلام میں تو اخلاق کی حیثیت متعین کرتے ہوئے پیغمبر اسلام نے فرمایا تھا:

" انما بعثت لا.تمم مکارم الاخلاق "

"مجھے تو بھیجا ہی اسی لئے گیا ہے کہ بلند اخلاق کی تکمیل کردوں۔"

لیکن دین عمل میں اخلاق کی بنیاد بھی ایک حقیقت پسندانہ عملی اساس پر قائم ہے جس میں شطحات صوفیاء کا کوئی دخل نہیں۔

اخلاق کی مفصل تعریف:

علامہ ہند سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں:

"تورات میں اخلاق کے متعلق چند احکام پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے سات اصولی احکام ہیں جن میں سے والدین کی فرماں برداری کی ایک ایجابی تعلیم کے سوا باقی چھ محض سلبی تعلیمات ہیں۔

Marfat.com

خون مت کر..... تو چوری نہ کر..... تو زنا نہ کر..... تو اپنے ہمسایہ کے خلاف جھوٹی گواہی نہ دے..... تو اپنے ہمسایہ کی جورو کو مت چاہ..... تو اپنے ہمسایہ کے مال کا لالچ نہ کر..... ان میں سے چھٹا حکم چوتھے میں اور ساتواں تیسرے میں داخل ہے اس لئے چار ہی اخلاقی احکام رہ گئے..... انجیل میں بھی ان ہی احکام کو دہرایا گیا ہے اور مجملاً دوسروں کے ساتھ محبت کرنے کی بھی تعلیم دی گئی ہے جس کو تورات کے احکام پر ایک اضافہ کہہ لیجئے لیکن پیغام محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس قطرہ کو دریا کر دیا ہے۔ سب سے پہلے اس نے اپنے بارہ اصولی احکام متعین کئے جو معراج میں ربانی بارگاہ سے عطا ہوئے تھے اور جو سورہ اسراء میں مذکور ہیں۔ ان بارہ میں سے گیارہ انسانی اخلاق اور ایک توحید کے متعلق ہے۔ گیارہ میں سے پانچ سلبی ہیں اور پانچ ایجابی اور ایک سلبی وایجابی کا مجموعہ ہے۔ (سورہ اسراء: آیت 23 تا 29)

اس کے ساتھ سورۃ المؤمنون کے آغاز کی آیات سے جو اوصاف مومنین کے بارے میں ہے اور سورۃ الفرقان کی وہ آیات جو عباد الرحمٰن کے اوصاف کے بارے میں وارد ہوئی ہیں ان کا اضافہ کر لینا چاہئے۔ (الرسالۃ المحمدیہ)

یہاں پر ہم شعب الایمان کے سلسلے میں استاد محب الدین الخطیب نے جو باتیں لکھی ہیں ان کا ذکر کرتے ہیں۔ اسلام میں ایمان کے کچھ اوپر ستر شعبے ہیں۔ آئمہ اسلام نے ان کا استقصاء کیا ہے اور رائے ظاہر کی ہے کہ یہ سب صرف دو چیزوں کے گرد گھومتے ہیں، تیسری کوئی چیز نہیں۔ حق اور خیر! ایمان اسلامی کے شعبوں میں سے ہر شعبہ بلاشبہ یا تو حق کے باب میں داخل ہے اور یا خیر کے ضمن میں آتا ہے۔ عمل صالح سے مراد مومن کا وہ عمل ہے جو وہ کرتا ہے اس لئے کوئی عمل اس وقت تک صالح نہیں ہوگا جب تک وہ عمل حق یا عمل خیر میں سے کوئی ایک نہ ہو اور اسی کا نام ہے اسلام۔

انسانی فطرت کے مطابق اخلاق:

اور اس پر اس سے بڑی اور کیا دلیل ہوگی کہ دین اسلام خیر اور بھلائی کو "معروف" کا نام دیتا ہے اور شر و بدی کو "منکر" قرار دیتا ہے۔ اسلام کے اخلاق کی تعریف میں کوئی دقت پیش نہیں آتی کیونکہ یہ اخلاق عام انسانوں کی فطرت سے ماخوذ ہیں۔ وہ فطرت انسانی جسے کتاب کا نازل کرنے والا جانتا ہے اور عملی زندگی میں انسان اس فطرت کا مظاہرہ کرتا رہتا ہے۔ اسلامی اخلاق کوئی ایسی نظریاتی شے

Marfat.com

نہیں جو انسانی ضروریات اور معاشرے کے مطابق نہ ہوں۔
ارشاد نبوی ہے:

" البر حسن الخلق و الاثم ماحاک فی صدرک و کرھت ان یطلع علیه الناس "

"نیکی تو حسن اخلاق کا نام ہے۔ گناہ وہ ہے جو تیرے سینے میں چبھے اور تو ناپسند کرے کہ لوگ اس پر آگاہی حاصل کریں۔"

پھر فرمایا:

"نیکی وہ ہے جس سے نفس کو سکون اور دلی اطمینان نصیب ہو۔ بدی وہ ہے جس میں نہ تو نفس کو تسکین ملے اور نہ قلب کو اطمینان حاصل ہو، خواہ تجھے مفتی لوگ فتویٰ ہی کیوں نہ دیں۔"

اخلاق میں جامعیت:

اسلامی اخلاق زندگی کے تمام عملی پہلوؤں پر محیط ہیں۔ فکری اخلاق ہیں جو عقل و دانش اور معرفت و علم کی تاکید کرتے ہیں اور تقلید و تضلیل سے متنفر کراتے ہیں:

" ان تقوموا للّٰہ مثنی و فرادی ثم تتفکروا"

"دو دو اور اکیلے اکیلے اللہ کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور پھر سوچو۔"

" قل ھاتوا برھانکم ان کنتم صٰدقین"

"کہہ دیجئے کہ اپنی دلیل لاؤ اگر تم سچے ہو تو۔"

ایک اور جگہ فرمایا گیا:

" اولو کان آباؤھم لا یعقلون شیئًا ولا یھتدون "

"تو کیا اگر ان کے بڑوں کے پاس عقل بھی نہ ہو اور وہ راہ ہدایت پر بھی نہ ہوں۔"

ایک دوسری جگہ اللہ کا حکم ہے:

" فان تنازعتم فی شیء فردوه الی اللّٰه والرسول ان کنتم تومنون

Marfat.com

بالله و الیوم الآخر ذالک خیر واحسن تاویلا"

"اگر تم کسی چیز پر جھگڑ بیٹھو تو اسے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دو، اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہی بہتر ہے اور اچھی تاویل بھی ہے۔"

تذکرہ اخلاق ہو تو سب سے نمایاں قسم ان اخلاق کی ہوتی ہے جو اخلاق النفس کے زمرے میں آتے ہیں اور سب سے زیادہ اہمیت کے حامل تسلیم کیئے جاتے ہیں۔انسانی شخصیت کے لئے یہ اخلاق باعث حسن وزینت ہیں۔صدق،امانت،احسان اور ان کے مقابلے کے منفی اخلاقی اوصاف کذب،خیانت اور فساد اسی زمرے میں آتے ہیں۔ان کے بارے میں کتاب اللہ میں اوامر و نواہی موجود ہیں۔

"اللہ تعالیٰ تمہیں عدل، احسان اور رشتہ داروں کے حقوق ادا کرنے کا حکم دیتا ہے اور فحاشی، بدی اور سرکشی سے منع کرتا ہے۔وہ تمہیں وعظ کرتا ہے تا کہ تم نصیحت پا سکو!"

اسی طرح اخلاق النفس کے ساتھ اخلاق السلوک بھی موجود ہیں۔اخلاق سلوک جو آداب عامہ، لیاقت و مناسبت اور حسن سلوک کے اخلاق بھی کہلاتے ہیں، عملی زندگی میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔

" واقصد فی مشیک واغضض من صوتک"

"اپنی رفتار میں میانہ روی اور اپنی آواز میں دھیما پن پیدا کرو۔"

"ولا تمش فی الارض مرحا انک لن تخرق الارض ولن تبلغ الجبال طولا"

"زمین پر اکڑ کر مت چل کیونکہ نہ تو زمین کو چیر سکتا ہے اور نہ بلندی میں پہاڑوں تک پہنچ سکے گا۔"

دین اسلام نے آداب تحیہ وسلام، استیذان، تہنیت و تعزیت کے معاملات کے بارے میں بھی مفصل ہدایات دی ہیں۔اس کے ساتھ ہی جاسوسی،غیبت،عیب لگانے اور برے القاب دھرانے سے منع بھی کیا ہے۔"اے ایمان والو! ایک قوم دوسری قوم کی ہنسی نہ اڑائے ہوشاید وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کی ہنسی اڑائیں، ہوسکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ تو ایک دوسرے کو عیب

Marfat.com

لگاؤ اور نہ آپس میں برے القاب دھرو، ایمان کے بعد برائی والا نام بہت ہی برا ہوتا ہے اور جو باز نہ آئیں وہ ظالم ہیں، ایمان والو! زیادہ بدگمانی سے بچتے رہو کیونکہ بعض اوقات بدگمانی گناہ ہوتی ہے اور نہ ایک دوسرے کے بھید ٹٹولو اور نہ ایک دوسرے کو پیٹھ پیچھے برا کہو۔ کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے تو تم اسے ناپسند کرتے ہو۔ اللہ سے ڈرو اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔" (49:11 تا 12)

دینی اخلاق کی معروف صورت جو لوگوں کے ذہنوں میں عام پائی جاتی ہے وہ کتنی تاریک ہے اور جس میں یہ کہا گیا ہے کہ "دینی اخلاق" نام ہے فقط ادائے نماز روزہ اور شراب اور جوئے وغیرہ سے اجتناب! دینی اخلاق کی اس صورت نے ایک سائنس دان کو بیزار کر کے یہ کہنے پر مجبور کر دیا تھا کہ صرف دینی اخلاق کافی نہیں بلکہ شاید وہ مطلقاً کوئی اصلاحی قوت ہی نہ رکھتے ہوں کہ اشخاص کو جانچنے اور انہیں سنوارنے کا کام دے سکیں۔

بلاشبہ شعائر کی ادائیگی، جوئے اور شراب سے پرہیز دین اسلام کے احکام میں شامل ہے لیکن اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ اس قسم کے اوامر اور نواہی بجائے خود دینی اخلاق کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہوسکتا ہے ایک شخص حسب عادت نماز پڑھ لیتا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ شراب سے اس لئے بچتا ہو کہ اسے اس کا ذائقہ ہی گوارا نہیں! یا یہ کہ اس سے اس کی صحت کو نقصان پہنچتا ہے اور ہوسکتا ہے جوئے سے اپنے پیسے اور شہرت کی خاطر بچتا ہو یا اس لئے کہ سبز دستر خوانوں پر فارغ وقت کاٹنے کے بجائے کوئی اور صورت پیدا کر لی ہو۔ تو کیا ان سب باتوں کا مطلب یہ ہے کہ وہ شخص خوش اخلاق ہے؟ نہیں! اس انسان کی شخصیت کے بہت سے پہلو روشنی میں لائے جانے کے قابل ہیں۔ یہ ضروری ہوگا کہ اس کے انداز فکر کو جانچا جائے، اخلاقی اقدار کی اہمیت اس کے دل میں کتنی ہے اور زندگی کے دیگر شعبوں میں اس کے کردار اور برتاؤ کو دیکھ کر ہی کوئی فیصلہ کرنے کے قابل ہوسکیں گے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دستور یہ تھا کہ جب کوئی آدمی کسی کی صفائی میں گواہی دیتا تو اس کے لئے اقامت شعائر اسلام کے بارے میں سطحی معلومات کافی نہیں سمجھتے تھے بلکہ گہری واقفیت اور وسیع لین دین اور برتاؤ کی صورتوں کو معیار بناتے تھے جس سے انسان کے اندر چھپی ہوئی تمام

Marfat.com

باتیں منظر عام پر آجایا کرتی ہیں! اس لئے جو لوگ دینی اخلاق محض ظاہری معمولات تک محدود سمجھ بیٹھے ہیں وہ دین اسلام کے اخلاقی ضوابط کی حقیقت کے سلسلے میں غلطی اور خلط مبحث کا شکار ہیں۔

حقیقت پسندانہ اخلاق:

اسلامی اخلاق حقیقت پسندانہ ہیں کیونکہ ان میں انسانوں کے لئے یہ لازمی قرار دیا گیا ہے کہ وہ کمال کے لئے کوشاں رہیں نہ یہ کہ وہ کمال مطلق تک پہنچ کر فرشتہ بن جائیں۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

" رفع عن امتی الخطاء و النسیان وماasکر ھو علیہ "

" خطا نسیان اور مجبور کر کے گناہ کروانا میری امت کو معاف کر دیا گیا ہے۔"

" کل بنی آدم خطاء و خیر الخطائین التوابون "

" ہر ابن آدم خطا کا پتلا ہے خطا کاروں میں سب سے بہتر وہ ہیں جو توبہ کرنے والے ہوتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک جگہ متقین کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ان کی ایک قسم یہ بھی بتائی ہے کہ جو غلطی کرتے ہیں پھر توبہ کر لیتے ہیں، نہ یہ کہ ان کی زندگی بالکل گناہوں سے خالی ہے

" والذین اذا فعلوا فاحشۃ او ظلموا انفسھم ذکروا اللہ فاستغفروا لذنوبھم "

" اور وہ لوگ کہ اگر برائی کر بیٹھتے ہیں یا خود پر کوئی زیادتی کرتے ہیں تو اللہ کو یاد کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں۔"

لیکن دین اسلام انسانیت کو آدم کے پہلے گناہ کا سزاوار نہیں ٹھہراتا۔ آدم کی معصیت کو تو خدا نے معاف کر دیا تھا۔ وہ گناہ ذریت آدم کا آخر تک پیچھا نہیں کرے گا۔

" فتلقٰی آدم من ربہ کلمات فتاب علیہ انہ ھو التواب الرحیم "

" آدم کو اپنے رب کی طرف سے کچھ کلمات ملے، اس نے ان کلمات پر توبہ کر لی بلاشبہ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔"

Marfat.com

انسان پیدا ہوتا ہے تو اس میں قوتیں، بواعث اور محرکات موجود ہیں، پیدائش کے وقت نہ فرشتہ ہوتا ہے اور نہ شیطان۔

"ونفس وما سواها فالهمها فجورها و تقواها ،قد افلح من زكّٰها وقد خاب من دسّٰها"۔

"نفس اور اس کی تکمیل کی قسم، اللہ تعالیٰ نے ہر نفس کو بدی اور تقویٰ الہام کیا جس نے اسے پاک رکھا کامیاب ہوا اور وہ نامراد رہا جس نے اسے روندا اور آلودہ کیا۔"

عورت بھی مرد کی طرح ایک پاکیزہ مخلوق ہے:

" انی لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر او انثی بعضکم من بعض "

"میں تم میں سے کسی کام کرنے والے کا عمل ضائع نہیں کرتا عورت ہو یا مرد تم سب آپس میں ایک دوسرے سے تو ہو۔"

انسانی معاشرہ میں عفت وطہارت اور نیک شہرت پر قائم رہنا چاہئے نہ کہ افتراء پردازی اور دست درازی پر:

" ان الذين يحبون ان تشيع الفاحشة فى الذين آمنوا لهم عذاب اليم فى الدنيا والاخرة "

"بلاشبہ وہ لوگ جو یہ پسند کرتے ہیں کہ ایمان والے معاشرے میں برائی عام ہو ان کے لئے دنیا اور آخرت میں دردناک عذاب ہے۔"

اسلامی اخلاق محبت و پیار کی دعوت دیتے وقت بھی حقیقت پسندی سے کام لیتے ہیں اس لئے کراہیت وناپسندیدگی سے چشم پوشی نہیں کرتے۔ ہوسکتا ہے کہ تمام کی تمام انسانیت محبت کا رخ کرے یا نہ کرے لیکن اس بات میں شک نہیں کہ ایسی تبدیلی وقت لے گی اور جب تک یہ تبدیلی وقوع پذیر ہوتی ہے...... اگر اس کے وقوع پذیر ہونے کا امکان ہے تو...... اس وقت تک کچھ نہ کچھ غلطیوں اور لغزشوں کے سامنے اسلام کوئی منفی، افلاطونی یا تفریحی موقف اختیار کرنے کا قائل نہیں۔ اسلام تو اپنا اور

Marfat.com

اپنے اتباع و پیروکاروں کا دفاع وحمایت ضروری جانتا ہے۔ہوسکتا ہے جارحیت کا مرتکب معذور سمجھا جائے ، ہوسکتا ہے وہ احوال تربیت یا معاشرتی روایات وتقلید کا شکار ہوا ہو لیکن اسلامی معاشرہ اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رکھتا کہ جارحیت کا منہ توڑ جواب دے اور آخری حساب کتاب رب کے لئے چھوڑ دے۔اسلامی معاشرے کے لئے ضروری ہے کہ وہ افراد اور جماعت کا خیال کرے۔یہ بھی ضروری ہے کہ اسلامی معاشرہ عمداً ارتکاب جرم کی ذمہ داری والے شخص کا حساب چکائے ، جہاں تک جرم کے سبب کا تعلق ہے تو اس کی جانچ پڑتال اور حیثیت کا تعین عملی طور پر ممکن حدود کے اندر رہ کر کیا جاسکتا ہے۔

دین اسلام کی اخلاقیات میں محبت کو بھی اہمیت دی گئی ہے:

" لا یؤمن احدکم حتی یحب لاخیه ما یحب لنفسه "

"تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لئے بھی وہی بات پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔"

دین اسلام نے امن وسلامتی کو بھی اہمیت دی ہے۔چنانچہ حکم ربانی ہے:

" یاایھاالذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافة "

"اے ایمان والو مکمل طور پر سلامتی کے دائرے میں داخل ہوجاؤ۔"

مگر اس کے ساتھ ہی اسلام نے داخل سلامتی ہونے والے کے لئے سزا کا قانون بھی بنادیا اور سلامتی کے دائرے سے نکلنے والے کے لئے جنگ کا قانون بھی مقرر کردیا ہے۔

" ولا تاخذکم بھما رافة فی دین اللہ ان کنتم تؤمنون باللہ والیوم الآخر "

"زانی اور زانیہ کو سزا دیتے وقت تمہیں نرمی نہیں دکھانی چاہئے اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔"

" ولکم فی القصاص حیاة "

"تمہارے لئے خون کا بدلہ لینے میں زندگی ہے۔"

Marfat.com

" انما ینھاکم اللہ عن الذین قاتلکوم فی الدین واخرجوکم من دیارکم وظاھروا علیٰ اخراجکم ان تولوھم "

''اللہ تعالیٰ تمہیں ان لوگوں کی دوستی سے منع کرتا ہے جنہوں نے دین کے لئے تم سے جنگ لڑی اور تمہیں اپنے وطن سے نکالا اور تمہارے نکالے جانے میں مدد کی۔''

"وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا "

''ان لوگوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کرو جو تم سے جنگ کرتے ہیں مگر حد سے تجاوز نہ کرنا۔''

لیکن دین اسلام ایسے اخلاق کو برا قرار دیتا ہے جو دھونس اور دھاندلی کے قانون کو جائز قرار دیتے ہیں۔ جنگ کے بارے میں اسلام کی جو وصیتیں ہیں انہیں سب جانتے ہیں۔ یہاں پر چند باتوں کی طرف اشارہ ہی کافی ہوگا۔ دین اسلام ایفائے عہد کا حکم دیتا ہے۔ عورتوں، بوڑھوں، بچوں اور دینی پیشواؤں پر تعدی کرنے سے منع کرتا ہے، تمام غیر جنگجو لوگوں سے تعرض کرنے سے روکتا ہے اور انتہائی جنگی ضروریات کے بغیر فساد و اتلاف سے بھی اسلام سختی سے منع کرتا ہے۔

اسلامی اخلاق اس لئے بھی حقیقت پسندانہ ہیں کہ دین اور دنیا کے باہمی تصادم پر منتج نہیں ہوتے۔

" قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق قل ھی للذین آمنوا فی الحیوۃ الدنیا خالصۃ یوم القیامہ "

''کہہ دیجئے کہ اللہ کی زینت، جو اس نے اپنے بندوں کے لئے تیار کی ہے اور پاکیزہ رزق کو کس نے حرام بنایا ہے؟ کہہ دیجئے کہ یہ دنیاوی زندگی اللہ کے مومن بندوں کے لئے بھی ہے اور آخرت میں تو ہے ہی ان کے لئے۔''

انسان اپنی ذاتی ملکیت بھی بنا سکتا ہے بشرطیکہ اس کی یہ ملکیت اسلام کی اس اقتصادی سیاست سے متعارض نہ ہو جو اسلامی حکومت عملاً نافذ کئے ہوئے ہے اور اس کے بنائے ہوئے قوانین سے بھی متصادم

Marfat.com

نہیں ہوتی، بشرطیکہ وہ انسان معاشرے اور ریاست کے عائد کردہ مالی حقوق ولوازمات ادا کرتا ہے۔

دین اسلام میں زہد وتقویٰ فقط عزلت گزینی اور گوشہ گیری کا نام نہیں بلکہ روئے زمین پر سعی و کوشش، پیداوار میں اضافے اور دولت کو ہاتھ میں لانے اور پھر یہ سب کچھ معاشرے اور ریاست کے تصرف میں دے دینے کا نام زہد وتقویٰ ہے۔ یہ اسلامی زہد اصل میں فرد کی اپنی ملکیت سے بے نیازی کا نام ہے، دولت کمانے سے عجز و بے بسی کا نام زہد نہیں ہے۔

اسلامی اخلاق اس لئے بھی حقیقت پسندانہ ہیں کہ یہ کبائر اور صغائر کے درمیان تفریق کرتے ہیں:

" الذین یجتنبون کبائر الاثم والفواحش الااللمم"

''وہ لوگ جو کبیرہ گناہوں اور فواحش سے بچتے ہیں مگر یوں ہی غیر ارادی طور پر۔''

یہ اخلاق پردہ داری اور برسر عام ارتکاب میں بھی فرق کرتے ہیں۔ ارشاد نبوی ہے:

''میری تمام امت کے لوگ قابل معافی ہیں سوائے مجاہرین یعنی برسرعام بدی کے مرتکبین کے، یہ بھی برسرعام بدی کرنا ہے کہ کوئی شخص رات کو برا کام کر بیٹھے تو پھر صبح ہو تو اللہ کی طرف سے پردہ داری کے باوجود لوگوں سے کہتا پھرے، میں نے آج رات یوں کیا اور یاں کیا اور اس طرح وہ اللہ عزوجل کے دیئے ہوئے پردے کو فاش کرنے کا مرتکب ہو۔''

اسی طرح اسلام میں بعض اخلاق میں بھی فرق ہے۔ اب ہوسکتا ہے کہ ایک مومن بزدل ہو یا بخیل مگر وہ جھوٹا نہ ہو:

" انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون بآیات اللّٰہ واولٰئک ھم الکذبون "

''جھوٹ تو وہ لوگ گھڑتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے، یہی لوگ جھوٹے ہیں۔''

اسلامی اخلاق کی ایک حقیقت پسندی یہ بھی ہے کہ ان میں اکراہ اور فتنے کی حالت کو مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے:

" الا من اکرہ و قلبہ مطمئن م بالایمان "

Marfat.com

"ہاں مگر جو مجبور کر دیا جائے اور اس کا دل ایمان سے مطمئن ہو۔"

"الا ان تتقوا منھم تقاۃ"

"مگر یہ کہ تم ان سے جان بچانا چاہو۔"

ہاں مگر اسلام میں تقیہ کی اجازت انتہائی شدید اور غیر معمولی حالات میں ہے۔"

سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں بر سبیل حصر ان مواقع کی تحدید کر دی گئی ہے جن میں جھوٹ کی اجازت ہے اور وہ مواقع ہیں۔ جنگ، اپنی بیوی سے بات کرنا اور دو جھگڑنے والوں کے درمیان صلح کراتے وقت، کیا اس سے بڑھ کر حقیقت پسندی ہو سکتی ہے؟ ایک دین ہے جو مکارم اخلاق پر قائم ہے مگر وہ تنگ دائرے کی استثنائی صورتوں سے چشم پوشی نہیں کرتا۔ ایسے دائرے جن میں بلند ترین اور زیادہ مفید باتوں کا لحاظ مقصود ہے اور جہاں ایک اخلاقی خوبی دوسری اخلاقی خوبی کے مقابلے میں ترجیح بن جاتی ہے۔

اب جنگ ہے مثلاً جو نام ہے باہم لڑنے والوں کے باہمی اعتماد کے خاتمے کے اعلان کا۔ اب جنگ میں جھوٹ سے کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ جنگ تو خود ہی دھوکا ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ جنگ میں تمام اخلاق اقدار و فضائل معطل ہو جائیں اس لئے کہ یہاں بھی شجاعت جیسی اخلاقی قدر کی ضرورت ہے۔ رحمت و مہربانی بھی اپنی جگہ باقی رہے گی، چنانچہ بھاگنے والے کا پیچھا نہیں کیا جائے گا، زخمی پر وار نہیں کیا جائے گا، بوڑھوں، عورتوں اور بچوں کو کوئی گزند نہیں پہنچائی جائے گی۔

میاں بیوی کی گفتگو میں سے اگر کچھ دیر کے لئے صدق غائب ہو جائے تو ایثار و قربانی تو ہمیشہ قائم ہی رہتی ہے، اس لئے کہ شوہر اگر بیوی سے اپنی محبت کی بات کرتا ہے جب کہ فی الحقیقت وہ محبت نہیں کرتا تو حقیقت میں وہ اپنی ذات پر ناپسندیدگی کا اظہار کر رہا ہوتا ہے اور اتفاق و محبت کے لئے اپنے جذبات کو قربان کر رہا ہوتا ہے۔

رہا لوگوں میں صلح کرانے کا معاملہ تو یہ ایک ایسی بلند اخلاقی ہے جس کے مقابلے میں تمام اونچے اخلاق بالکل ہیچ ہیں۔

یہ بات بالکل واضح اور بدیہی ہے کہ یہ سب کچھ بعض حدود و قیود اور اصول و ضوابط کے اندر رہ کر

Marfat.com

ہوگا۔اس لئے کہ جھوٹ کا لوازم جنگ میں شمار ہونے کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ تمام خطہ جنگ پر ہر جگہ کذب بیانی کا دور دورہ ہوگا۔میاں بیوی کے تعلقات کے ضمن میں کبھی کبھار جھوٹ بولنے کے جواز کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ ایک جھوٹ بول کر مسئلہ تو کوئی بھی حل نہ ہو لیکن بہت سے لاینحل مسائل اٹھ کھڑے ہوں !اسی طرح اصلاح ذات البین کی خاطر جھوٹ بولنے کا مقصد بھی یہ نہیں ہے کہ بعض ایسے بنیادی امور کو چھپایا جائے جو ظاہر ہونے میں زیادہ دیر نہ لگے اور فریقین کے درمیان تعلقات پہلے سے بھی بدتر ہو جائیں بلکہ مومن کے لئے ایسے مواقع پر ذہانت وفطانت اور حکمت ودوراندیشی کی بہت ضرورت ہے۔

اسلامی اخلاق کی حقیقت پسندی کا ایک پہلو یہ ہے کہ ان میں ایمان اور ضمیر کی قوتوں کو عملی اسالیب زندگی کے ساتھ مربوط اور مضبوط کر دیا گیا ہے:

" الا یمان بضع و سبعون شعبة "

''ایمان کے کچھ اوپر ستر شعبے ہیں۔''

" لا یزنی زان وهو مومن "

''کوئی مومن حالت ایمان میں زنا نہیں کر سکتا۔''

" الحیاء من الایمان "

''حیا بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے۔''

اور یوں دین عمل میں اخلاق کی نگرانی عقیدہ وایمان کی قوتوں کے ذریعے کرائی جاتی ہے۔

اخلاق اسلامی عبادات کے ساتھ بھی مرتبط ہیں جس کے سبب یہ عبادات بے روح اور بے جان رسوم کے بجائے نفسیاتی تحلیل وتجزیہ اور معاشرتی تدریب وتربیت کے مراکز وادارے بن جاتے ہیں:

" ان الصلوة تنهی عن الفحشاء والمنكر "

''نماز گندی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔''

" الصوم جنة ......فاذا كان احدكم صائما فلا یرفث ولا یفسق ولا یضحب"

Marfat.com

''روزہ ایک ڈھال ہے۔اس لئے اگر تم میں سے کوئی روزہ رکھے تو اسے فحش گوئی، گالی گلوچ اور جھگڑا نہیں کرنا چاہیے۔''

" فمن فرض فیھن الحج فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج"

''پس جس شخص نے ان ایام میں حج اپنے اوپر فرض کیا تو اسے فحش کلامی، گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑے کی حج کے دوران اجازت نہ ہوگی۔''

اسلامی اخلاق کا قانون سازی اور قانون کی عملداری سے بھی گہرا ربط اور تعلق قائم ہے چنانچہ بعض حدود اور تعزیرات ایسی ہیں جو اخلاقی جرائم کی عقوبت وسزا کے لئے مقرر ہیں جیسے زنا، قذف اور جھوٹی گواہی وغیرہ مگر اخلاقی ہدایت وارشاد کی اساس تربیت پر قائم ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اسلامی قوانین فوجداری میں اس بات کو بہت اہمیت دی گئی ہے کہ اس جھوٹ کی صورت کو ہی حرام قرار دے دیا جائے جو عدالت کی رفتار کار میں رکاوٹ کا باعث ہو اور یہ صورت ہے جھوٹی گواہی! اس کے علاوہ دوسرے معاملات میں جھوٹ بولنے کے جرم کو قانونی سزاؤں کے بجائے اخلاقی دباؤ کے لئے چھوڑ دیا گیا ہے۔

دین اسلام نے جو ضابطہ اخلاق پیش کیا ہے اس میں خاندان اور معاشرے کو بھی زبردست اہمیت حاصل ہے۔سچائی کوئی تصور یا نظریہ نہیں جس کی تبلیغ وتلقین کی جاتی ہو۔یہ تو ایک عادت اور معمول کی بات ہے جس سے ذہن تاثر پکڑتا ہے اور زبان کو اس کی مشق وتمرین کرنا پڑتی ہے اور پھر یہی عادت اور معمول لاشعور کے باطن میں جڑ پکڑ لیتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ خاندانی تربیت کو اور معاشرتی روایات وتقالید کی صحت وصفائی کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔یہاں سے رسالت اسلامیہ کی ذمہ داری اٹھانے کے لئے عرب معاشرے کے انتخاب کی اہمیت بھی سامنے آجاتی ہے کیونکہ یہ معاشرہ بہت سے اخلاق فاضلہ(مروت، سخاوت، ایفائے عہد وغیرہ کا ایک گہوارہ تھا۔قرآن مجید لقمان کی زبانی فرزندان اسلام کو حکم دیتا ہے:

''اے میرے بیٹے! نماز قائم کر، نیکی کا حکم دے، بری بات سے روک، مصیبت پر صبر کر، بلاشبہ یہ

Marfat.com

عزم وہمت کے معاملات میں سے ہے۔" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے قرآن مجید کہتا ہے: "اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیجئے اور خود بھی اس پر مضبوطی سے کاربند رہئے" جمہور اہل اسلام کو حکم دیا جاتا ہے: "خود کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔" اور حدیث نبوی میں ہے:

"کلکم راع و کلکم مسئول عن رعیتہ"

"تم میں سے ہر ایک محافظ رعیت ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔"

معاشرے کے لئے عمومی طور پر قرآن مجید بھلائی کی اشاعت اور حق وصبر قائم رکھنے کی وصیت کا حکم دیتا ہے۔

"تم بہترین امت ہو۔ تمہیں لوگوں کے لئے تیار کیا گیا ہے، تم بھلائی والی بات کا حکم دیتے ہو، برائی والی بات سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو...... تم میں سے ایک گروہ ہونا چاہئے جو بھلائی کی دعوت دیتے رہیں، نیکی کا حکم دیتے رہیں، برائی سے روکتے رہیں اور یہی کامیاب بھی ہوں گے۔" اس کے برعکس بنی اسرائیل میں سے کفر کرنے والوں پر لعنت کی گئی ہے کیونکہ وہ "برائی سے باز نہیں آتے تھے، برائی کا ارتکاب کیا کرتے۔ بات تو یہ ہے کہ وہ لوگ بہت برا کرتے تھے۔"

اخلاقی تربیت کے سلسلے میں تعلیمات نبوی میں بڑے شاندار نمونے اور اسالیب ملتے ہیں کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی عقیدہ وایمان اور جزاء وسزا کے بارے میں کچھ ارشاد فرماتے ہیں تو اسے مکارم اخلاق یا بلند اخلاق کے ساتھ مربوط اور وابستہ صورت میں ارشاد فرماتے ہیں اور اسے دخول جنت کی کنجی قرار دیتے ہیں۔ آپ انسانوں کے لئے واضح راہیں متعین فرماتے ہیں اور ان کی ضروریات کو پیش نظر رکھا جاتا ہے چنانچہ دخول جنت کا سبب بننے والا اخلاقی عمل کبھی تو والدین کے ساتھ حسن سلوک قرار دیا جاتا ہے، کبھی وقت پر ادائے نماز، کبھی جہاد فی سبیل اللہ اور کبھی ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوتا ہے:

"الصیام جنة والصدقة تطفی الخطیئة الصلاة باللیل شعار الصالحین"

Marfat.com

" روزہ ایک ڈھال ہے، صدقہ گناہ کو بجھا دیتا ہے، رات کو عبادت صالحین کا شعار ہے۔"

اسی طرح تربیت اخلاقی کے بارے میں ارشاد و ہدایت کے مختلف اسالیب سامنے آتے رہتے ہیں ۔اہم بات یہ ہے کہ اللہ کے رسول لوگوں کو ویرانے میں نہیں چھوڑنا چاہتے جہاں وہ کسی واضح، روشن اور متعین اخلاقی پروگرام کے بغیر لاحول ولاقوۃ اور تعوذ پڑھتے ہوئے، آنسو بہاتے ہوئے بھٹکتے پھریں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانی کمزوریوں سے بھی تنگ دلی محسوس نہیں کرتے بلکہ ان کا علاج کرتے ہیں جو بعض اوقات سست رو اور طویل بھی ہوتا ہے۔ایک شخص ہے جو نماز قائم نہیں کر سکتا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ تو اسے بہت برا سمجھتے ہیں، نہ اس سے بیزار ہوتے ہیں بلکہ حتی الامکان اپنی مجلس میں شمولیت کا وعدہ لے لیتے ہیں اور سچ بولنے کا عہد و پیماں ہوتا ہے۔اب یہ حقیقت کون نہیں جانتا کہ صحبت اقتداء اور صدق گوئی سے انسانی شخصیت نکھر جاتی ہے۔پھر ایک اور شخص ہے جس کی شہوت کی آگ دہکتی رہتی ہے۔وہ صراحت سے رسول اللہ کے سامنے اپنی شہوت سے بے قابو ہونے کا اعتراف کرتا ہے اور باز رہنے سے معذوری ظاہر کرتا ہے۔اللہ کے رسول اسے بڑی نرمی سے سمجھاتے ہیں اور اسے اپنی ماں، بہن اور بیٹی کے حساس رشتے یاد دلا کر گناہ سے باز رہنے پر آمادہ کرتے ہیں۔

اسلامی اسلوب تربیت میں رمزیت (سمبل) سے بھی کام لیا گیا ہے۔چنانچہ شیطان وغیرہ کو شر و عصیاں اور گناہ کی علامت قرار دیا گیا ہے اور تمام حملہ کن انسانی قوتیں اور دفاعی صلاحیتیں اسی شر کے خلاف وقف ہیں۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" ان الشیطان لکم عدو فاتخذوہ عدوا "

"شیطان تو تمہارا دشمن ہے اس لئے اسے دشمن ہی سمجھو۔"

شیطان کی دشمنی اور عداوت کے معنی ہیں دنیا کے ہر گوشے میں بدی کے خلاف اعلان جنگ۔

" الشیطان یعدکم الفقر و یامرکم بالفحشاء "

"شیطان سوائے افلاس کے تمہیں کچھ نہیں دے سکتا اور تمہیں برائی کا ہی حکم دیتا ہے۔"

Marfat.com

رمزیت سے میرا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ میں شیطان لعین کے وجود حقیقی کی نفی کرنا چاہتا ہوں بلکہ اس مسئلے پر تو میں مزید روشنی ڈالوں گا۔اس موقع پر میں صرف اس بات کی طرف اشارہ کرنا چاہتا ہوں کہ بندہ مومن کا تصور یہ ہے کہ شر کی قوت کا مرکز یہی شیطان ہے تاکہ ذہن انسانی میں یہ لعین شر کی علامت اور باطل کا عنوان قرار پائے۔مسلم کو یہ حکم ہے کہ وہ خاص مواقع پر اپنی زبان سے شیطان مردود سے خدا کی پناہ مانگے۔حج کے موقع پر شیطان کو دفع کرنے کے لئے رمی الجمار (کنکریاں مارنے) کا حکم ہے۔یہ سب کچھ دراصل تدریب وتربیت کے مختلف اسالیب ہیں جو بندہ مومن کو شیطان اور شر کا احساس دلاتے ہیں تاکہ وہ ان دونوں سے بچتا رہا کرے۔

اسلام کا تمام نظام اخلاق حقیقت پسندی اور واقعیت پر مبنی ہے۔اسلامی نظام اخلاق کی حقیقت پسندی اور واقعیت کا ایک مظاہرہ اس وقت ہوا جب یہ پورے کا پورا نظام ایک انسانی شخصیت میں ودیعت کردیا گیا جو بالکل عام انسانوں کی طرح لوگوں کے ساتھ زندگی گزارتا تھا، باتیں کرتا تھا، لین دین کرتا تھا اور اس تمام لین دین میں ''کان خلقه القرآن'' (آپ کا اخلاق تو قرآن تھا) کی مجسم اور عملی تصویر تھا۔روایت سنت سے نقل کرتے ہوئے علامہ سلیمان ندوی ''الرسالۃ المحمدیہ'' میں لکھتے ہیں: ''پیدائش، شیر خوارگی، بچپن، ہوش وتمیز، جوانی، تجارت، آمدورفت، شادی، احباب قبل نبوت، قریش کی لڑائی اور قریش کے معاہدے میں شرکت، امین بننا، خانہ کعبہ میں پتھر نصب کرنا، رفتہ رفتہ تنہائی پسندی، غار حرا کی گوشہ نشینی، وحی اسلام کا ظہور، دعوت، تبلیغ، مخالفت، سفر طائف، معراج، ہجرت، غزوات، حدیبیہ کی صلح، دعوت اسلام کے نامہ و پیام، اسلام کی اشاعت، تکمیل دین، حجۃ الوداع، وفات، ان میں سے کون سا زمانہ ہے جو دنیا کی نگاہوں کے سامنے نہیں اور آپ کی کون سی حالت ہے جس سے اہل تاریخ ناواقف ہیں...... آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، شادی بیاہ، بال بچے، دوست احباب، نماز روزہ، دن رات کی عبادت، صلح وجنگ، آمدورفت، سفر وحضر نہانا دھونا، کھانا پینا، ہنسنا رونا، پہننا اوڑھنا، چلنا پھرنا، ہنسی مذاق، بولنا چالنا، خلوت جلوت، ملنا جلنا، طور وطریق، رنگ وبو، خط وخال، قد وقامت، یہاں تک کہ میاں بیوی کے خانگی تعلقات اور ہمخوابی وطہارت کے واقعات، ہر چیز پوری روشنی میں مذکور معلوم اور محفوظ ہیں۔''

Marfat.com

''بڑے سے بڑے آدمی بھی اپنے گھر میں معمولی ہوتے ہیں اسی لئے والٹیر کے مشہور فقرے کے مطابق کوئی شخص اپنے گھر کا ہیرو نہیں ہوتا۔ (NO MAIN-IS A HERO TO HIS VALAT) باسمورتھ سمتھ کی رائے میں کم از کم یہ اصول پیغمبر اسلام کے متعلق صحیح نہیں..... بڑے سے بڑا انسان جو ایک ہی بیوی کا شوہر ہو وہ بھی یہ ہمت نہیں کر سکتا کہ وہ اسی کو یہ اذن عام دے دے کہ تم میری ہر بات، ہر حالت اور ہر واقعہ برملا کہہ دو اور جو کچھ چھپا ہے وہ سب پر ظاہر کر دو مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیک وقت نو بیویاں تھیں اور ان میں سے ہر ایک کو یہ اذن عام تھا کہ خلوت میں مجھ میں جو کچھ دیکھو وہ جلوت میں سب سے برملا بیان کر دو، جو رات کی تاریکی میں دیکھو وہ دن کی روشنی میں ظاہر کر دو۔ جو کوٹھڑیوں میں دیکھو اس کو کھلی چھتوں پر پکار کر کہہ دو۔ اس اخلاقی وثوق و اعتماد کی مثال کہیں اور مل سکتی ہے؟''

''موسیٰ علیہ السلام کی زندگی ہمارے سامنے عظیم بشری قوت کا نمونہ پیش کرتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے بارے میں بھی ہمیں جو کچھ معلوم ہے وہ خاکساری، تواضع، رقت طبع، خوش خلقی اور نرم مزاجی کا رنگ ہے۔ مگر ان دونوں میں امتزاج کی نادر مثال ہمیں سیرت نبوی ہی میں مل سکے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی زندگی متنوع نمونے پیش کرتی ہے جن میں حیات انسانی کے تمام اطوار کے لئے اسوہ حسنہ اور اعلیٰ نمونہ موجود ہے۔''

تو کیا اس تمام عملی نظام اخلاق میں کوئی شے خیالی یا تصوراتی نظر آتی ہے؟ کیا یہ ایک کامل اور قابل عمل اخلاقی نظام نہیں ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ دین اسلام کا یہ بلند مثال اخلاقی نظام اپنی ذات میں ایک حقیقت واقعی اور قابل عمل ضابطہ حیات ہے۔ تطبیق وسائل، استثنائی حالات و واقعات رکھنے کی گنجائش اور بغیر کسی نقص اور جھول کے ایک کامل اور متماثل نظام ہونے میں واقعی اور حقیقت پسند ہے۔ رہا یہ سوال کہ اقتصادی حالت اور معیشی معیار بھی تو اخلاق پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ بھوک اور حاجت مندی انسان کو چوری اور جھوٹ پر اور عورت کو بدکاری پر مجبور کر سکتے ہیں؟ تو اسلام کو بھی ان حقائق کا مکمل اندازہ ہے۔ اس لئے اخلاقی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے اور پیٹ کو ضمیر کا بوجھ بننے سے بچانے کے لئے دین اسلام حقوق معاش کی پوری پوری ضمانت دیتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

Marfat.com

قحط سالی میں بھوکے انسانوں پر چوری کی حد لگانے سے انکار کر دیا تھا......!

سچ تو یہ ہے کہ رسالت سماویہ کی اعلیٰ مثالی اخلاقی قدریں روئے زمین کی ٹھوس حقیقت پر قائم ہیں۔ اللہ کے دین کی خوبیاں انسانوں کی دنیاوی زندگی کو خوشیوں میں بدلنے کے لئے ہیں۔ "نیکی یہ نہیں کہ تم مشرق یا مغرب کی طرف منہ کر لیا کرو بلکہ نیک تو وہ ہے جو اللہ آخرت کے دن، فرشتوں، کتابوں اور انبیاء پر ایمان لایا۔ اپنا مال اللہ کی محبت کے لئے رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں اور غلاموں کو آزاد کرنے میں خرچ کرے، نماز پڑھے، زکوٰۃ دے اور جو اپنے کیئے گئے وعدے کو پورا کریں۔ تنگی، تکلیف اور مقابلے کے وقت صبر کریں۔ یہی لوگ تو سچے ہیں اور یہی متقی ہیں۔
(177:2)

Marfat.com

حیات انسانی کا صراطِ مستقیم

مغرب کے پرانے دستوری قوانین عدل و انصاف کی ایک منفی صورت پر ہی اکتفا کرتے تھے جس میں یہ ضمانت دی جاتی تھی کہ حاکم وقت کسی فرد کے حقوق سے تعرض نہ کرے اور بس، مگر اب نئے دستوری قوانین نے ایک نیا مثبت رخ اختیار کرلیا ہے اور حکومت وقت کا یہ فرض قرار دیا گیا ہے کہ وہ معاشرے کے ہر فرد کے لئے ایسے وسائل مہیا کرے جو اس کے پیدائشی حقوق کی ادائیگی میں ممد و معاون ثابت ہوسکیں۔

انسانی حقوق کی جدید ترین دستاویز جو اقوام متحدہ نے جاری کی ہے وہ ایسے حقوق کی بھی ضمانت دیتی ہے جو اسی قسم کی پہلی دستاویز میں موجود نہ تھے اور یہ دستاویز فرانسیسی انقلاب کی پیداوار تھی۔ چنانچہ اول الذکر دستاویز کی دفعات 21 تا 24 میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ہر انسانی فرد کا یہ حق ہے کہ وہ منصفانہ شرائط اور مناسب معاوضہ پر اپنے لئے روزگار حاصل کرے اسی طرح بیکاری سے محفوظ رکھنے، انجمن یا تنظیم بنانے، غذا اور خوراک، رہائش و علاج کی ضمانت کے علاوہ فرد کے آرام اور اس کے کنبے کی بہتری اور سکون کی ضمانت بھی دی گئی ہے۔ مرض، ناکارہ ہونے کی اور بڑھاپے کی صورت میں کفالت کو بھی ہر فرد کا حق تسلیم کیا گیا ہے تاکہ سب افراد ایک سے معاشرتی معیار سے متمتع اور مستفید ہوسکیں۔

بحیثیت دین عمل، اسلام نے ایک ایسا عادلانہ سماجی نظام قائم کر کے عملی طور پر دکھا دیا تھا جس میں معاشرتی ضروریات کے مثبت اور ایجابی رجحان کو صحیح انداز میں دنیا کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔

Marfat.com

صرف سیاسی ہی کافی نہیں:

ایسی قوم کے لئے سیاسی انصاف بالکل بے معنی ہے جس کے بیشتر افراد بھوک اور محرومی کا شکار ہوں۔" اسی لئے انفرادی آزادی یا اپنے معاشرے پر اثر انداز ہونے کی انفرادی قدرت وصلاحیت کی باتیں بالکل فضول اور بے معنی ہیں کیونکہ جس کے پلّے کچھ نہیں اس کی آزادی کے کیا معنی ہو سکتے ہیں؟ جن لوگوں کو اچھی خوراک نہیں مل سکتی یا جنہیں تھکا دینے والی محنت نڈھال کر دیتی ہو وہ اپنے روپے پیسے سے استفادے کا حق بھی یہی خیال کریں گے کہ آزادی کے بجائے خوش حالی پر توجہ دیں اور ان نعمتوں سے مستفید ہو سکیں جو ان کی رسائی سے باہر ہیں اس لئے ایسے لوگ زبانیں چلانے کی نسبت پیٹ بھرنے کے زیادہ محتاج ہوتے ہیں .... اسی طرح دولت مند اور محروم کے درمیان مودت اور برادری بھی نہیں قائم ہو سکتی۔ اگر مدعیان میں سے ایک مال و دولت اور جاہ و اقتدار کے بل بوتے پر دلائل و دفاع اور گواہوں کا سہارا لے سکتا ہو تو اس صورت میں قانون کی نظر میں مساوات و برابری بھی متحقق نہیں ہو سکے گی۔ دنیا کی بعض قوموں میں یہ دستور ہے کہ بعض عہدے مخصوص گروہوں تک محدود رکھے جاتے ہیں اور ثانوی و اعلیٰ تعلیم کے اخراجات بھی بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ اسی طرح بعض اقوام کے ہاں انتخاب کا امیدوار بننے کا حق صرف ان لوگوں تک محدود رکھا جاتا ہے جو حکومت کو محاصل کی ایک خاص معین مقدار ادا کرتے ہوں بلکہ بہت سے لوگ تو معاشی بدحالی کے سبب انتخابات میں حصہ لینے سے ہی قاصر ہوتے ہیں۔

اسی لئے سیاسی انصاف کے ساتھ ساتھ جب تک معاشی اور معاشرتی انصاف موجود نہ ہو بات نہیں بنے گی۔ انصاف بھی وہی مفید اور کارگر ہو سکتا ہے جس کی بنیاد مثبت اور ایجابی اقدار پر قائم ہو، ریاست کے فکری عقیدے کی حیثیت سے دستور و قانون کی شکل میں نافذ العمل ہو اور سیاسی اور عدالتی سطح پر اسے حقیقی معنی میں جاری و ساری کیا جائے۔

اسلام میں سیاسی انصاف بڑی مضبوط بنیادوں پر قائم ہے کیونکہ اسلامی شریعت حاکم وقت کے انتخاب کا حق امت کو دیتی ہے۔ امور مملکت کے انتظام و انصرام کی بنیاد نظام شوریٰ ہے اور حاکم وقت شریعت کی پابندی کا ذمہ دار اور جمہور امت کے سامنے جوابدہ ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھئے، حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول پر کس طرح تبصرہ کرتے ہیں جو انہوں نے بیعت خلافت کے

Marfat.com

وقت تقریر کرتے وقت فرمایا تھا کہ:

" اذا حسنت فاعینونی وان انا زغت فقومونی "

''میں اچھا کروں تو میری مدد کرنا اور اگر ٹیڑھا ہو جاؤں تو مجھے سیدھا کر دینا۔''

چنانچہ سیوطی کے بیان کے مطابق امام مالک اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

" لا یکون احد اماماً ابداً لا علیٰ هذاالشرط "

''کوئی شخص اس شرط کے بغیر ہرگز امام نہیں بن سکتا۔''

حاکم اعلیٰ قانون ...... فوجداری ہو یا دیوانی ...... کے سامنے بھی جوابدہ ہے اس لئے اسلامی قانون میں اس پر ہر قسم کا مواخذہ اور مقدمہ قائم کیا جاسکتا ہے۔ حاکم وقت اگرچہ شرعی حدود قائم کرنے کا ذمہ دار ہے لیکن حقیقت میں حزب اللہ قیام حدود کے لئے جماعت مسلمین کو مخاطب کرتی ہے۔ رہا حاکم تو وہ تنفیذ احکام اور قیام حدود کے لئے ایک نائب اور ذمہ دار نمائندے کی حیثیت رکھتا ہے اس لئے اقتدار و اقامت حدود کا اصلی حق امت کا ہے اور اگر حاکم وقت اللہ کی کسی حد کی خلاف ورزی کرے تو اس پر احکام الٰہی کی تنفیذ امت کا فرض ہے۔ شافعی مذہب کے علماء میں سے قفال مروزی نے لکھا ہے کہ اگر حاکم وقت کسی حد کو توڑے تو اس کے نائبین کو اس پر حد لاگو کرنی چاہئے۔ شیخ محمود شلتوت نے فقہ القرآن والسنۃ میں بھی حاکم وقت کے نائبین کو یہ ذمہ داری پوری کرنے کا پابند ٹھہرایا ہے۔

اسلامی انصاف کی امتیازی خوبیاں:

شریعت اسلامی جس نظام انصاف کی علمبردار ہے اس کی روح یہ ہے کہ تمام انسانیت کے ساتھ بلا امتیاز و قید انصاف کیا جائے کیونکہ اسلام کا پیغمبر رحمۃ اللعالمین ہے۔ نسل، خطہ اور مذہب کی کوئی قید نہیں۔ اسلامی انصاف کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ وہ انسانی عقیدے کا جز و اور حصہ ہے اس لئے عدل و انصاف قائم کرنے والے حقیقت میں عبادات کر رہے ہوتے ہیں۔ ایک مجتہد عالم فقہی مسائل کے استنباط میں، حاکم وقت امور ریاست چلانے میں، قاضی وقت فیصلہ کرنے میں اور اخلاص اور یقین کے ساتھ عدالت میں آنے والے مدعی سب عبادت میں مشغول ہوتے ہیں۔ اس طرح عدل و انصاف کا جاری ہونا اور قانون کا عزت والا مقام پانا زیادہ آسان اور مناسب ہے۔ اسلام میں

Marfat.com

انصاف کا تصور بھی اخلاق سے الگ نہیں ہوتا جیسا کہ ہمارے علاوہ دوسروں کے ہاں پیش آچکا ہے۔ چنانچہ ''اوزفلد کولیہ'' اپنی کتاب ''المدخل الی الفلسفہ'' (تمہید فلسفہ) میں لکھتا ہے۔ ''آغاز کار میں فلسفہ قانون علم الاخلاق کا حصہ تھا لیکن جوں جوں تصور انصاف تصور اخلاق سے الگ ہوتا گیا یہاں تک کہ فلسفہ قانون چند محدود قوانین کی شکل میں ظہور پذیر ہوا جنہیں عام کرنا اور لوگوں پر لاگو کرنا حکومت کا فرض ٹھہرا تو تدریجاً وہ عالم بھی الگ الگ ہوتے گئے جو ان ہر دو تصورات کا ایک ساتھ مطالعہ کرتے تھے اور دونوں ایک دوسرے سے الگ اور متمیّز ہو گئے۔ کانٹ نے فعل کی قانونی اور اخلاقی حیثیت کے درمیان حد فاصل قائم کر کے انصاف وعدل کی تعریف یہ کر دی ہے کہ قانون کے ظاہری تقاضوں کے مطابق عمل کا نام ہے عدل اور انصاف!

مگر اسلام کی نظر میں صرف سیاسی عدل وانصاف کافی نہیں بلکہ اسلام کے قوانین میں ایجابی اور مثبت طور پر معاشرتی انصاف کے قیام پر بھی توجہ دیتے ہیں جہاں ہر انسان کے معاشی حقوق محفوظ ہوں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کو اپنی عبادت کا حکم اس لئے نہیں دیا کہ وہ اس کی ہدایت وشریعت سے فائدہ پائیں، نہ اس لئے کہ اطاعت گزاروں سے اس کے ملک واقتدار کو رونق وزینت ملے گی اور نہ اس لئے کہ اس کی عبادت سے لوگوں کی اور سکونت سے انسانوں کے جسم میں راحت وسکون پائیں۔ اس طرح ایک پاکیزہ زندگی کی صورت میں نہیں دنیا میں بھی اپنی اطاعت اور عبادت کا پھل مل جائے گا، پھر وہ آخرت کی طرف لوٹیں گے اور وہاں پر وہ کچھ پائیں گے جو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کان نے سنا اور کسی دل کے تصور میں آیا ہوگا۔

سزا سے قبل معاشرتی انصاف:

کتاب اللہ میں بعض حدود اور سزائیں بیان ہوئی ہیں جیسے قتل کی صورت میں قصاص اور چوری میں قطع ید وغیرہ، اور یہ ایک قدرتی بات تھی کیونکہ دین عمل کی شریعت نے جب عقیدے وعملی تدریب و تربیت کے ذریعے انسان کی فکری راہنمائی کا سامان کر دیا تو اب قانون کی راہ پر گامزن ہونا بھی ضروری تھا مگر ایک عجیب وغریب اور افسوسناک صورتحال یہ ہے کہ اسلام کے قانون سزا کا ذکر آتے ہی لوگوں کے اذہان میں کٹے ہوئے ہاتھوں کی بھدی شکلیں اور بگڑی ہوئی سنگسار لاشوں کے مناظر نمایاں

Marfat.com

ہونے لگتے ہیں اور یہ سمجھا جانے لگتا ہے کہ اسلامی سزاؤں پر عمل کرنے والے معاشرے کے بیش افراد کٹے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ گھومتے پھرتے نظر آئیں گے یا کہیں کوڑے لگنے اور کہیں سنگسار کے دردناک مناظر دیکھنے میں آنے لگیں گے جیسے معاشرے کے سب افراد چور، زانی اور قاتل ہوں گے لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بے پایاں رحمت نے قانون سزا بنانے سے قبل تحفظ وسلامتی کے راستے متعین کر دیئے ہیں۔ جیسا کہ مشہور عالم نفسیات فرانس آئفلنگ کہتا ہے: ''جدید اور قدیم نفسیات میں یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ اگر ہمارا مقصد معاشرے کی بھلائی ہے تو پھر ضروری ہے کہ سزا سے اصل مقصود وقایت وحفاظت ہو۔ اگر ہم جرائم کے اسباب اور احوال کا ازالہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں خواہ ان اسباب واحوال کا تعلق سوسائٹی سے ہو یا خود متعلقہ شخص سے...... تو انسانی اصلاح کے لئے یہ بہترین اور مثالی وسیلہ ثابت ہوگا۔ معاشرتی بہبود کی خدمات کے توسط سے اس سلسلے میں متعدد کوششیں بھی ہو چکی ہیں لیکن اگر ماحول اور معاشرے سے متعلق تمام کوائف اور وسائل عمدہ ترین طریقے سے مہیا بھی ہو جائیں تو پھر بھی ہمیں ان نفسیاتی اسباب کے بارے میں سوچنا ہی پڑے گا جو انسان کو خلاف قانون اقدامات پر آمادہ کرتے رہتے ہیں۔''

یہی وجہ ہے کہ اسلام نے جب قتل کے سلسلے میں قصاص کو لازمی قرار دیا تو ساتھ ہی ان نفسیاتی عوامل کا قلع قمع کرنے کی بھی تلقین کی جن کا بنیادی سبب کینہ ونفرت اور گروہی یا طبقاتی تعصب ہوتا ہے تا کہ اس بہیمانہ اقدام کا سدباب ہو سکے۔ اسلام نے اگر چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے تو ساتھ ہی فرد کے معاشی حقوق کے تحفظ کا انتظام بھی کیا اور ریاست کو ان حقوق کا ضامن اور کفیل ٹھہرایا۔ اسی طرح اسلام میں زانی کی سزا کوڑے یا سنگساری مقرر کی ہے تو ساتھ ہی شادی بیاہ کی معاشرتی سہولتوں کا بندوبست کرنے کے علاوہ ستر عورت (شرم گاہوں کو ڈھانپنے) نگاہیں نیچی رکھنے اور عورت مرد کے تنہائی میں رہنے کو ممنوع قرار دے کر محرمات کی حفاظت وصیانت کا حکم بھی دیا ہے اور یوں معاشرتی قانون سازی فوجداری قانون کے ساتھ ساتھ چلتی ہے بلکہ بعض اوقات سبقت بھی لے جاتی ہے۔

احترام آدمیت:

اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو جو تکریم وعزت دی ہے اس کا مظاہرہ لباس کے ذریعے ان کی ہیئت کو

Marfat.com

محفوظ کر کے، نظافت اور زینت دے کر، قیام کے لئے مکانات کے ذریعے، سفر میں وسائل مواصلات سے استفادہ کر کے اور عمدہ و پاکیزہ مشروبات و ماکولات مہیا کر کے کیا ہے اور سورۃ الاسراء میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد گرامی کا مفہوم اور مقصود بھی یہی ہے۔

''اور یقیناً ہم نے بنی آدم کو بزرگی عطا کی اور ہم نے ان کو خشکی اور تری میں سواری دی اور ان کو اچھی چیزوں سے رزق دیا اور ہم نے ان کو بہتوں پر جنہیں ہم نے پیدا کیا بڑی فضیلت دی ہے۔''
(7:17)

دین اسلام نے قتل نفس، خودکشی اور خود کو ہلاکت میں ڈالنے سے منع کیا ہے۔ جان بچانے کے لئے ہر چیز کھانے کی اجازت کے علاوہ ستر عورت اور استعمال زینت کا بھی حکم دیا ہے۔ ستر عورت اور زینت کا تعلق لباس سے ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے لباس کی بھی تعریف کر دی کہ جس سے انسانی جسم کے وہ حصے چھپائے جائیں جن کا چھپانا ضروری ہے اور یہ لباس ہمیں گرمی اور سردی سے بھی بچائے، سورۃ الاعراف میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اے اولاد آدم! ہم نے تمہارے لئے لباس اتارا جو تمہاری چھپانے والی جگہوں کو چھپاتا ہے۔

پھر سورۃ النحل میں ارشاد ہوتا ہے:

" وجعل لكم سرابيل تقيكم الحر "

''اس نے تمہارے لئے لباس بنائے جو تمہیں گرمی اور تکلیف سے بچاتے ہیں۔''

سورۃ الاعراف میں ارشاد ربانی ہے:

" خذوا زينتكم عند كل مسجد "

''ہر عبادت کے وقت زینت اور سجاوٹ اختیار کیا کرو۔''

رہائش کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے جو سورۃ النحل میں وارد ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے گھروں کو رہنے کی جگہ بنایا اور تمہارے لئے چار پایوں کی کھالوں سے گھر بنائے جنہیں تم اپنے کوچ کے وقت اور گھر میں ٹھہرنے کے وقت ہلکا پھلکا پاتے ہو۔''

وسائل مواصلات کے متعلق اللہ کا ارشاد سورۃ الاسراء میں اس طرح وارد ہوا ہے:

Marfat.com

" وحملنا هم فی البر والبحر "

''ہم نے انہیں خشکی اور تری میں سواری مہیا کی۔''

اسی قسم کی دیگر آیات ہیں جن میں خشکی کے دوسرے مواصلات کشتیوں اور پہاڑوں کی طرح تیرتے ہوئے جہازوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

یہ تمام انعامات الٰہیہ جن سے اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو نوازا ہے، عمدہ اور پاکیزہ زندگی گزارنے کیلئے وافر مقدار میں میسر آنا لازمی ہیں تاکہ اللہ کے بندے اس کی عطا کردہ نعمتوں کا مشاہدہ کرسکیں اور عملی طور پر ان سے متمتع ہوسکیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یہ پسند فرماتے تھے کہ انسان اسی احسن تقویم کے مطابق نظر آئے جس میں اللہ تعالیٰ نے اسے ڈھال کر اشرف المخلوقات کی حیثیت سے تخلیق کیا ہے۔ ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور حاکم نے ابوالاحوص الجشمی کی زبانی روایت کیا ہے کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے خستہ ہیئت میں دیکھا اور فرمانے لگے: کیا تیرے پاس کچھ ہے؟ میں نے کہا ہاں! اللہ تعالیٰ نے مجھے سب کچھ دے رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا اگر تیرے پاس خدا کا دیا ہے تو وہ تیرے جسم پر نظر بھی آنا چاہئے۔ امام نسائی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کچھ لوگ دیکھے جن پر فاقہ کشی کے آثار نمایاں تھے۔ آپ کا چہرہ مبارک متغیر ہوگیا اور لوگوں سے کہا کہ انہیں کچھ عطیات دیں۔ پھر کھڑے ہو کر فرمانے لگے جس نے اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اسے اس کا اجر بھی ملے گا اور ان لوگوں کے سبب بھی اجر ملے گا جو بعد میں اس طریقے پر عمل پیرا ہوں گے۔

وسائل:

ان ضروریات کے حصول کے لئے متعدد وسائل ہیں جو دوسرے اصولوں کے ضمن میں مندرج ہو جاتے ہیں۔ باصلاحیت آدمی کا عمل کرنا اور اگر کسی کو کام نہ ملے تو اس کے لئے معاشرتی ضمانت کا مہیا ہونا۔

عمل:

دین عمل میں کام کرنا نہ صرف یہ کہ معاشرے کے ہر فرد کا حق ہے بلکہ اس کا فرض بھی ہے کیونکہ

Marfat.com

اسلام کسی فرد کو گداگری، چھینا جھپٹی اور لوٹ مار کی اجازت نہیں دیتا۔ اسلامی ریاست کا اولین فرض یہ ہے کہ وہ باصلاحیت افراد کے لئے کام مہیا کرے، ان کے حقوق کی حفاظت کرے اور ان کی کارکردگی اور ادائے فرض کی نگرانی بھی کرے، اسلامی ریاست کا فرض یہ نہیں کہ وہ صدقات و خیرات اور امدادی اشیاء بانٹ دے اور بس، کیونکہ اسلامی حکومت اپنے افراد معاشرہ کو خودداری اور تکریم کی تربیت دیتی ہے نہ کہ بیکاری اور رسوائی کی! حدیث میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو دو درہم مہیا کئے اور فرمایا: ایک درہم کے بدلے کھانے کا سامان خرید لے اور دوسرے کے عوض ایک کلہاڑا خرید کر اس کے ذریعے محنت مزدوری کر۔ بخاری وغیرہ کی روایت ہے کہ: ایک آدمی آپ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے پاس روزی کمانے کا کوئی وسیلہ نہیں۔ آپ اس سلسلے میں میری مدد کیجئے راویوں نے کچھ اور کلام نقل کرنے کے بعد بیان کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک کلہاڑا منگوا کر اس شخص کے حوالے کیا اور ایک مقرر جگہ پر کام کر کے روزی کمانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ مجھے اپنے حالات سے آگاہ کرتے رہنا، پھر وہ شخص دوبارہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور شکریہ ادا کرتے ہوئے بتایا کہ اب میں خوش حال ہو گیا ہوں۔

امام غزالی نے اس حدیث سے استنباط کرتے ہوئے یہ ضروری قرار دیا ہے کہ حاکم وقت مزدور کو آلہ محنت یا روزی کمانے کا ہتھیار فراہم کرے۔ عقیدہ اسلام کی برکات کو سامنے رکھا جائے تو یہاں یہ بات بہت دلچسپ معلوم ہو گی کہ دین اسلام میں روزگر کی تلاش کو اللہ کے فضل کی تلاش سے تعبیر کیا گیا ہے جو انسان کے جوش عمل میں اضافے کا باعث ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"جب نماز ہو چکے تو روئے زمین پر پھیل جایا کرو اور اللہ کا فضل تلاش کیا کرو۔"

"اللہ وہ ذات ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے ہموار اور مطیع بنا دیا ہے اس کے گوشوں میں چلو پھرو اور اس کا رزق کھاؤ۔"

"اللہ کو یہ علم ہے کہ تم میں سے کچھ مریض ہوں گے، کچھ دوسرے زمین میں چلتے پھرتے اللہ کا فضل تلاش کرتے ہوں گے۔"

Marfat.com

حکومت وقت کا جہاں یہ فرض ہے کہ وہ مزدور کے لئے مناسب مزدوری اور عمل مہیا کرے وہاں اس کا یہ بھی فریضہ ہے کہ اجرت کے سلسلے میں اس کے حقوق کی بھی حفاظت کرے تا کہ اجرت مناسب اور تسلی بخش ہو۔ حدیث نبوی کے بیان کے مطابق قیامت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن تین شخصوں سے جھگڑیں گے، ان میں سے ایک وہ شخص ہوگا جس نے ایک محنت کش کو کام پر لگایا اس سے کام تو پورا کرا لیا مگر اسے اجرت نہ دی۔

محنت کشوں کی اجرتوں کے سلسلے میں ٹال مٹول اور اجرت کی ادائیگی میں تاخیر دین اسلام میں جائز نہیں۔ ارشاد نبوی ہے:

"اعطوا الاجیر اجرہ قبل ان یجف عرقہ"

''مزدور کا پسینہ خشک ہونے سے قبل ہی اس کا معاوضہ ادا کر دیا کرو۔''

اسی طرح اوقات کار کی تحدید و تعین بھی انسانی طاقت کی مناسبت سے مقرر کیا جانا چاہئے۔ اس سلسلے میں نرمی اور رحم کھانے کے احکام حدیث نبوی میں موجود ہیں۔ امام سیوطی نے اس حدیث کو صحیح گردانا ہے جو ابو یعلی، ابن حبان اور بیہقی نے شعب الایمان میں روایت کی ہے۔ ''اپنے خادم کا جو کام تو ہلکا کر دے گا وہ تیرے اپنے اعمال کے اجر میں قیامت کے دن شامل کر دیا جائے گا۔''

معاشرتی تحفظ:

جب کوئی فرد معاشرہ بیروزگار ہو جائے یا خاندان کے افراد زیادہ ہونے، مرض یا بڑھاپے کے سبب کام نہ کر سکنے کی وجہ سے کسی فرد کے پورے اخراجات نہ ہوتے ہوں تو ایسا فرد اجتماعی طور پر معاشرے کی کفالت میں ہوگا جس کی بہت سی صورتیں ہوں گی۔

یا تو ایسا فرد اسی خاندان کی کفالت میں ہوگا جس سے اس کا رشتہ اور تعلق ہے کیونکہ شریعت اسلامی میں ایسی صورت میں اخراجات کی ذمہ داری لینے اور صلہ رحمی کرنے کا حکم ہے۔

یا اس فرد کی کفال من حیث الجماعہ سارے معاشرے پر واجب ہوگی۔ چنانچہ امام ابن حزم نے اس حدیث سے استنباط کیا ہے:

"المسلم اخو المسلم لا یظلمہ و لا یسلمہ"

Marfat.com

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے وہ نہ تو اس سے زیادتی کرتا ہے اور نہ اس کا ساتھ چھوڑتا ہے۔" اور لکھا ہے:

"من ترکہ یجوع و یعری وھو قادر علی اطعامہ و کسوتہ فقد اسلمہ"

"جس نے اپنے بھائی کو بھوکا ننگا رہنے دیا جب کہ وہ اسے کھلانے اور پہنانے پر قادر تھا تو گویا اس نے اپنے مسلمان بھائی کا ساتھ چھوڑ دیا۔"

اول و آخر ایسا فرد اسلامی ریاست کی کفالت میں تو ہے ہی کیونکہ اول تو ریاست کے بیت المال سے اس پر خرچ کیا جائے گا اور اس کے بعد ریاست اپنے حکم سے ایسے فرد کے اپنے خاندان اور عاشرے کی ذمہ داریاں متعین کرے گی جن سے اس کی کفالت ممکن ہوگی۔ اسی لئے تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا تھا:

"اگر میرے حکومت کے بیتے ہوئے دن مجھے دوبارہ واپس مل جائیں تو میں دولت مندوں کی فالتو دولت لے لیتا اور غریب مہاجرین میں تقسیم کر دیتا۔"

امام ابو یوسف نے کتاب الخراج میں ذکر کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ضعیف العمر یہودی کو دیکھا جو لوگوں سے بھیک مانگتا پھرتا تھا۔ حضرت عمر نے سبب پوچھا تو کہنے لگا: جزیہ، حاجت مندی اور بڑھاپا درپیش ہے۔ بھیک نہ مانگوں تو کیا کروں؟ حضرت عمر فرمانے لگے: "ہم نے تیرے ساتھ انصاف نہیں کیا! تیری جوانی سے فائدہ اٹھایا اور بڑھاپے میں تجھے چھوڑ دیا! آپ نے نہ صرف یہ کہ اس کا جزیہ معاف کر دیا بلکہ حکم دیا کہ اس کا اور اس کے اہل وعیال کا خرچہ مسلمانوں کے بیت المال سے ادا کیا جائے۔

یہ سماجی تحفظ کام نہ ہونے، کام کے قابل نہ ہونے یا آمدنی کے ناکافی ہونے کی صورت میں ایک لازمی فریضہ ہے۔ ابن حزم کہتے ہیں: "ہر شہر کے اغنیاء کا یہ فرض ہے کہ اپنے ہاں کے غریب اور ضرورت مند لوگوں کی ذمہ داری قبول کریں اور حکومت وقت کا فرض ہے کہ وہ انہیں ایسا کرنے پر مجبور کرے! اگر اس کے لئے زکوٰۃ کافی نہ ہو اور مسلمانوں کے دوسرے اموال میں سے بھی اس کا

Marfat.com

بندوبست کافی نہ ہو تو پھر ان کے لئے لازمی خوراک کا بندوبست بھی ضروری ہوگا۔ گرمی سردی مناسبت سے ضروری لباس اور ایسی رہائش گاہ جو انہیں بارش، گرمی، دھوپ، سردی اور آنے جانے والوں کی آنکھوں سے محفوظ رکھ سکیں۔"

بلکہ دین اسلام تو فرد معاشرہ کے لئے ان مذکورہ معاشرتی حقوق سے بڑھ کر حقوق کی اجازت دیتا ہے کیونکہ اسلامی نقطہ نظر سے ہر فرد اس وقت تک شرعی دفاع کی حالت میں رہتا ہے جب تک لوگوں میں سے کسی کے پاس بھی اسے فالتو ساز و سامان میسر آسکے۔ امام ابن حزم لکھتے ہیں:

"کسی مسلمان کے لئے حالت اضطراری میں مردار اور خنزیر کا گوشت کھانا حلال نہیں جب تک اسے کسی دوسرے کے ہاں سے اتنا فالتو کھانا مل سکے جو ایک مسلمان یا ذمی کے لئے کافی ہو سکتا ہے کیونکہ کھانے کے مالک کا یہ فرض ہے کہ وہ بھوکے کو کھانا کھلا دے۔ اگر صورتحال یہ ہو تو پھر وہ مسلمان مردار اور خنزیر کا گوشت کھانے کے لئے مضطر نہیں ہے۔" حتیٰ کہ آگے چل کر وہ لکھتے ہیں:

"اور حق کو روکنے والا اپنے حق دار بھائی کا باغی ہے۔ اسی وجہ سے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد کیا تھا۔"

جدید قانون فوجداری نے قتل جریمہ کے مرتکب کو سزا دینے کے موضوع کو ایک سلبی اور منفی انداز سے لیا ہے لیکن مشہور مالکی فقیہ امام دردیر اپنی کتاب "الشرح الکبیر علی متن الخلیل" میں لکھتے ہیں: اگر کوئی شخص کسی ہلاک ہونے والے کی جان بچا سکتا تھا یا کسی کا مال ضائع ہو رہا تھا اسے وہ اپنی طاقت، جاہ یا مال سے محفوظ رکھ سکتا تھا اور اس نے ایسا نہیں کیا تو جان کے ضائع ہونے کی دیت اسے ادا کرنا ہوگی اور مال کی قیمت دینا پڑے گی۔" اسی طرح اگر کوئی شخص کسی دوسرے انسان کو بھوک اور ننگ کے سبب مرنے سے بچا سکتا ہے تو گویا وہ بھی ایک طرح سے اس کا قاتل ہے۔

مسلمان جب بھی کسی ملک پر فتح کے جھنڈے لہراتے تھے تو سماجی تحفظ کی ضمانت کے منصب کو ہر صورت میں نبھاتے تھے۔ دیکھئے حضرت خالد بن ولید اپنے مفتوحہ علاقوں کے بارے میں پالیسی کی وضاحت کرتے ہوئے کیا فرماتے ہیں جسے امام ابو یوسف نے اپنی کتاب الخراج میں روایت کیا:

"میں نے ان کے لئے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ان میں سے اگر کوئی بوڑھا شخص کام سے عاجز آ جائے یا اس پر کوئی آفت آن پڑے یا وہ مالدار تھا پھر غریب ہو گیا اور اس کے ہم مذہب اس کو خیرات و

Marfat.com

صدقات دینے لگیں تو اس کا جزیہ ساقط ہوجائے گا اور جب تک وہ دارالاسلام میں مقیم رہے گا اس وقت تک اس کی اور اس کے اہل وعیال کی کفالت مسلمانوں کے بیت المال سے کی جائے گی۔"

بلکہ سماجی تحفظ کے سلسلے میں اسلام میں تو ایک بے مثال قسم کی امدادی سہولت کی صورت موجود ہے اور وہ ہے لوگوں کو قرضہ ادا نہ کرسکنے کی صورت میں تحفظ کی ضمانت دینا، زکوٰۃ کے مصارف میں سے ایک مصرف "غارمین" کا بھی ہے یعنی وہ لوگ جو قرضے میں جکڑے ہوئے ہوں اور ادائیگی سے عاجز ہوں، ایسی صورت میں زکوٰۃ کا ایک حصہ ان کا قرضہ ادا کرکے انہیں چھٹکارا دلانے میں صرف ہوگا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مختلف راستوں پر دارلدقیق (آٹا گھر) قائم کئے تھے جہاں آٹا، ستو، کھجور، کشمش رکھی جاتی تھی تاکہ خالی ہاتھ اور بے سہارا لوگ اس سے فائدہ اٹھاسکیں اس قسم کی سرائیں اور محتاج خانے آپ نے مکہ اور مدینہ کے درمیانی راستے کے علاوہ شام اور حجاز کے درمیانی راستے پر بھی قائم کئے تھے۔

تعلیم:

دین اسلام میں علم کی طلب ایک فریضہ ہے۔ ہر فرد کا حق اور ذمہ داری ہے یہ کام اسلامی ریاست کا ہے کہ وہ حصول علم کے ذرائع اور وسائل مہیا کرے کیونکہ اسلام کے نقطہ نظر سے صرف مادی اور معاشی ضرورتوں کی ضمانت اور تحفظ کافی نہیں، بلکہ یہاں تو تہذیب و تشقیف کی ضمانت بھی لازمی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے صحابہ میں سے اہل علم کو مختلف اطراف میں تعلیم وتدریس کی غرض سے ارسال فرمایا کرتے تھے۔ چنانچہ عقبہ ثانیہ کی بیعت کے بعد آپ نے حضرت مصعب بن عمر اور عبداللہ بن ام مکتوم کو مدینہ منورہ ارسال کیا تھا۔ بئر معونہ کے واقعات کے ضمن میں آتا ہے کہ آپ نے عامر بن مالک کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے ستر نوجوان قراء کو تعلیم قرآن کی غرض سے ارسال فرمایا تھا۔ غداری اور عدوان کے نتیجے میں ان نوجوان قاصدان ہدایت کو راستے میں اپنی جانیں قربان کرنا پڑی تھیں۔

اسلامی عبادات کے ضمن میں تشقیف وتہذیب کے جو وسائل موجود ہیں ان میں سے تلاوت

Marfat.com

قرآن مجید، خطبات جمعہ اور عیدین بھی ہیں۔ مسلمان خواتین دربار رسالت میں شکایت کے لئے حاضر ہوئیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجالس میں مرد چھائے رہتے ہیں۔ انہوں نے آپ سے کچھ وقت مخصوص کرنے کی درخواست کی تاکہ وہ آپ سے تعلیم حاصل کر سکیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس درخواست کو شرف قبولیت بخشتے ہوئے مسلم خواتین کے لئے وقت مختص کر دیا۔ غزوہ بدر کے ضمن میں امام احمد حنبل نے ایک حدیث عکرمہ عن ابن عباس روایت کی ہے جس میں ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے کچھ قیدی ایسے بھی تھے جو فدیہ نہیں دے سکتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کا فدیہ یہ مقرر کیا کہ وہ انصار کے بچوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دیں۔ عامر الشعبی بیان کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے قیدیوں کا فدیہ چالیس ہزار اوقیہ مقرر ہوا تھا۔ چنانچہ جس کے پاس چالیس اوقیے نہ تھے وہ دس مسلمانوں کو تعلیم دے کر آزاد ہو گیا۔ اس طرح تعلیم حاصل کرنے والوں میں سے ایک زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔

دین اسلام اسلامی معاشرے میں جس علم کی اشاعت و ترویج چاہتا ہے وہ احکام دین کی تعلیم تک محدود نہیں۔ اسلام میں تو ہر وہ علم نافع جس سے اللہ کی رضا اور اس کے حکم کی اطاعت مقصود ہو ایک مقدس عبادت کی حیثیت رکھتا ہے جس میں اپنے خالق کی تسبیح ہے وہ خالق مبدع جس نے کائنات کی ہر شے کی تخلیق کی تو اس میں پختگی اور اتقان کا رنگ بھر دیا۔ اس مقدس علمی عبادت میں اللہ رب العزت کی حمد و ثنا بھی ہے کہ جس سے اس کی بے شمار نعمتوں کو عیاں ہونے اور عام ہونے کا موقع ملتا ہے جو کائنات کے مخفی گوشوں میں ودیعت کی گئی ہیں اور ابھی تک انسانوں کی نظروں سے اوجھل ہیں۔ اس مقدس علمی عبادت کے لئے مطیع و مسخر بنا دی ہیں:

" انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء "

"اللہ سے تو حقیقی معنی میں اس کے عالم بندے ہی ڈرتے ہیں۔"

طب ہندسہ (انجینئرنگ)، جہاز رانی اور مشین، برقی اور کیمیائی فنون کا سیکھنا اسلام کے نقطہ نظر سے امت اسلامیہ کا فرض ہے۔ اگر حسب ضرورت بعض افراد نے یہ فرض انجام دے دیا تو سب امت ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوگی اور اگر کسی نے بھی یہ فرض انجام نہ دیا تو تمام امت گنہگار ہوگی۔ اس قسم کی

Marfat.com

تعلیم افرادِ معاشرہ کی پیداواری صلاحیت میں اضافے کا باعث ہے اور بشری وسائل میں اس سے ترقی ہوتی ہے۔ ظاہر ہے پیداواری وسائل کی ترقی سے انسانی ارتقاء کے سامنے وسیع میدان کھل جاتا ہے۔

اسلام میں تعلیم کو لازمی حیثیت حاصل ہے اور حکومت کا فرض ہے کہ وہ وسائل مہیا کرے امام ابن حزم اندلسی اپنی کتاب الاحکام میں تعلیمی نصاب کی تعیین وتحدید کے بعد حکومت وقت کو تعلیمی وسائل مہیا کرنے کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں تاکہ تمام معاشرہ علم سے بہرہ ور ہو سکے۔ لکھتے ہیں:

> "ان تمام باتوں کا جاننا سب کے لئے لازم ہے اور کسی کو ان سے ناواقف نہیں رہنا چاہئے۔ مرد، عورتیں، آزاد، غلام اور لونڈیاں سب شامل ہیں اس میں۔ ان سب کا فرض ہے کہ وہ یہ باتیں سیکھیں۔ اگر مسلمان ہیں تو ہوش سنبھالتے وقت اور اگر ہوش سنبھالنے کے بعد مسلمان ہوں تو اسلام لاتے وقت۔ حکومت وقت کا فرض ہے کہ وہ عورتوں کے شوہروں اور غلاموں کے آقاؤں کو ان باتوں کی تعلیم دلانے پر مجبور کریں یا تو وہ خود تعلیم دیں اور یا کسی اور کو اس کی اجازت دیں۔ حاکم وقت کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ لوگوں کو اس کا پابند کرے اور ان پڑھوں کو تعلیم دلانے کے لئے مدرسین کے گروہ تیار کرائے۔"

علاج:

اسلامی ریاست کے فرائض میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ مریضوں کے علاج معالجے کی ضمانت و کفالت بھی کرے کیونکہ اس سے انسان کی حفاظت بھی ہوتی ہے اور بشری دولت بھی محفوظ ہوتی ہے ایسی مثالیں بھی ملتی ہیں کہ آپ نے مریضوں کے لئے ایک مخصوص جگہ مہیا فرمادی جہاں ان کا علاج معالجہ ہوتا تھا۔ سیرت نبوی میں مذکور ہے کہ بنو عرینہ کے کچھ لوگ مدینہ میں آئے اور وہاں کی آب وہوا موافق نہ پاکر مرض طحال (تلی) میں مبتلا ہو گئے۔ آپ نے انہیں مدینہ کی ایک چراگاہ میں دودھ دینے والی اونٹنیوں کے آس پاس رہنے کا حکم دیا۔ وہ وہاں پر کچھ دن مقیم رہے اور صحت یاب ہو گئے۔ انہوں نے آپ سے دو اونٹنیوں کا دودھ وغیرہ پینے کی اجازت مانگی تھی جو آپ نے عنایت کردی تھی مگر یہ احسان فراموش مریض صحت یاب ہونے کے بعد اونٹنیوں کو ہانک لے گئے تھے۔

Marfat.com

طبری کے بیان کے مطابق حضرت عمر مریضوں کی عیادت کے سلسلے میں اپنے گورنروں سے باز پرس کیا کرتے تھے۔ جب بھی کوئی وفد آتا آپ ان سے والی کے بارے میں سوال کرتے تو وہ اچھی رائے کا اظہار کرتے۔ تب آپ پوچھتے، کیا وہ تمہارے مریضوں کی عیادت کرتا ہے؟ وہ کہتے ہاں پھر آپ پوچھتے کیا غلاموں کی بھی عیادت کرتا ہے؟ وہ کہتے ہاں۔ پھر پوچھتے اس کا کمزوروں کے ساتھ کیا برتاؤ رہتا ہے؟ کیا وہ اس کے دروازے پر تو نہیں بیٹھتے؟ اگر وہ کسی خصلت یا سوال کے سلسلے میں نہیں کہہ دیتے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس گورنر کو معزول کر دیتے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب شام کا سفر اختیار کیا تھا تو راستے میں بعض جذام (کوڑھ) کے مریضوں کے پاس بھی گئے تھے۔ آپ نے بیت المال سے ان کی مدد بھی کی اور لوگوں سے بھیک مانگنے سے منع بھی فرمایا تھا۔ خلیفہ ولید بن عبدالملک نے مجذوبین کے لئے بیت المال سے خاص عطیات مقرر کئے تھے۔ اس کے علاوہ ہر بے سہارا آدمی کے لئے ایک خادم مقرر کیا، ہر اندھے کے لئے ایک رہنما متعین کیا جو اس کے آرام و راحت کا دن رات خیال رکھتا تھا۔ مصر کے حکمران احمد بن طولون نے اپنی تعمیر کردہ مسجد (جامع ابن طولون قاہرہ) کے پچھواڑے میں ایک دوائی خانہ بنوایا جس میں ہر قسم کی ادویہ ذخیرہ کی جاتی تھیں۔ حفاظت اور نگرانی کے لئے ملازمین مقرر کئے اور بیمار نمازیوں کے علاج معالجے کے لئے ایک خصوصی طبیب متعین کیا تھا۔ اس کے علاوہ فوجی چھاؤنی کے علاقہ میں "البیمارستان" کے نام سے ایک ہسپتال بنوایا۔ اس کے حسن انتظام کو قائم رکھنے کے لئے وہ ہر جمعہ کو ہسپتال کا معائنہ کرتا۔ دوائی خانے کا چکر لگاتا، اطباء کی کارکردگی کا ملاحظہ کرتا اور مریضوں کی عیادت بھی کرتا تھا۔

ریاست کی ذمہ داریاں:

یہ ہے نمونہ ایک اسلامی ریاست کا جو افراد معاشرہ کے حقوق کے تحفظ کے لئے مثبت اقدامات کی پابند ہے۔ مسلمان حکمران جن میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سرفہرست ہیں۔ افراد معاشرہ کی امداد و اعانت اور علاج معالجے کے لئے وقت نکالنے کے پابند ہوتے تھے۔ اسی اسلامی ریاست کا نقشہ کتاب اللہ میں یوں کھینچا گیا ہے۔

Marfat.com

"یہ وہ لوگ ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار بخشیں تو یہ نماز قائم کریں گے۔زکوٰۃ ادا کریں گے، بھلائی کا حکم دیا کریں گے اور برائی سے منع کیا کریں گے...... تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے تیار کی گئی ہے۔تم بھلائی کا حکم دیا کرتے ہو، برائی سے منع کیا کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔"

اس طرح گویا اسلامی شریعت میں ریاست کا کام صرف اتنا ہی نہیں کہ لوگوں کو ایک دوسرے کے حقوق تلف کرنے سے منع کیا جائے ،فرد کی آزادی کی حفاظت کی جائے اور مملکت کا دفاع کیا جائے بلکہ اسلامی ریاست کا بلند ترین مقصد ہے حق کی جڑیں مضبوط کرنا، عدل وانصاف قائم کرنا اور ہر طریقے سے، ہر میدان زندگی میں بھلائی کو عام کرتے ہوئے برائی کا سدباب کرنا۔

"ہم نے اپنے رسولوں کو دلائل دے کر بھیجا۔ان کے ساتھ کتاب اور میزان عدل بھی نازل کی۔ہم نے لوہا نازل کیا جس میں بہت سختی ہے اور لوگوں کے لئے منافع ہیں۔"

جلال الدین سیوطی نے امام بخاری، مسلم ،نسائی، ابن ماجہ اور امام احمد کی روایت کردہ اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے کہ:

"ہر ایک مومن کے لئے دنیا اور آخرت میں، میں سب سے زیادہ قریب ہوں۔اگر چاہو تو اللہ تعالیٰ کا ارشاد پڑھ لو۔نبی مومنین کے سب سے زیادہ قریب ہے حتیٰ کہ ان کی اپنی جانوں سے بھی۔اس لئے جو بھی وفات پا جائے اور ترکہ چھوڑ جائے تو وہ اس کے وارثوں کا حق ہے اور اگر کوئی قرضہ یا تاوان چھوڑ کر مرے تو اس کی ادائیگی کا میں ذمہ دار ہوں۔" اس حدیث میں حکومت کے ذمہ ایک فرد کے جو حقوق ہو سکتے ہیں ان کی واضح صراحت موجود ہے۔

حقوق میں سب برابر ہیں:

شریعت اسلامیہ میں سماجی اور سیاسی انصاف، مادی، ادبی، علمی اور روحانی حقوق کی ہر فرد معاشرہ کے لئے ضمانت اور تحفظ موجود ہے۔ان حقوق کے سلسلے میں مرد اور عورت کے درمیان کوئی فرق نہیں۔

" انی لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر او انثی بعضکم من بعض "

"میں تم میں سے کسی کام کرنے والے کے عمل کو ضائع نہیں کرتا، مرد ہو یا عورت تم سب ایک ہی ہو۔"

Marfat.com

" ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف "

"عورتوں کے حقوق بھی اتنے ہی ہیں جتنے کہ ان کے فرائض ہیں، بھلے طریقے سے"

امام احمد ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت عائشہ سے روایت کی ہے:

" انما النساء شقائق الرجال "

"عورتیں مردوں ہی کی بہنیں ہیں۔"

حقوق میں آزاد اور غلام میں بھی کوئی تفریق نہیں اس لئے کہ اسلام کا فیصلہ یہ ہے کہ آزادی اصل ہے اور غلامی ایک عارضی چیز ہے۔ قرآن مجید کی نص صریح قیدیوں کے ساتھ معاملے کو دو باتوں میں محدود کرتی ہے، احسان کر کے چھوڑ دو یا فدیہ لے کر! اگرچہ اسلام نے بین الاقوامی قوانین کے مشہور اصول...... معاملہ بالمثل کی بنیاد پر غلامی کو جائز قرار دیا ہے خصوصاً بوقت جنگ لیکن اسلام کا اصل منشا یہ ہے کہ انسان تدریجاً مکمل آزادی کی طرف گامزن رہیں۔ ایک تو اسلام نے غلامی کے وسائل اور ذرائع کو تنگ سے تنگ تر کرنے کی کوشش کی ہے اور اسے صرف جنگ تک محدود کر دیا ہے۔ اچک لینے یا پکڑ کر فروخت کر دینے کو جائز نہیں سمجھا۔ اس کے ساتھ ہی اسلام نے غلاموں کے آزاد ہونے کے راستے بے شمار بنا دیئے جس میں تمام افراد معاشرہ اور حکومت باہمی تعاون سے غلامی کا مکمل خاتمہ کر دیں لیکن جب تک غلامی کا خاتمہ نہ ہوا اسلام نے غلاموں کے حقوق کے تحفظ کی بھی ضمانت دی۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے: "تمہارے مملوک تمہارے بھائی ہیں، اللہ نے انہیں تمہارے ہاتھوں میں ایک مملوکہ جائیداد کی حیثیت سے دے دیا ہے اس لئے جس کی ملکیت میں اس کا بھائی ہو وہ اسے اپنے جیسا کھلائے اور اپنے جیسا پہنائے۔ اس کی طاقت سے بڑھ کر اس سے کوئی کام نہ کروائے اور کوئی طاقت سے بڑھ کر کام اس کے سپرد کرے بھی تو اس کا ہاتھ ضرور بٹائے۔ اس حدیث کو امام احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابوذر کے ذریعے روایت کیا ہے اور سیوطی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

پھر اسلامی معاشرے کے ساتھ ساتھ عالمی معاشرہ جب ایسے مرحلے میں پہنچ گیا جہاں غلامی کا

Marfat.com

تمہ اور مکمل انسانی آزادی کا نقطہ آغاز سامنے آ گیا تو اس وقت دین اسلام نے تمام رجعت پسند
قوتوں کی راہیں مسدود کر دیں جو وقت کی سوئیوں کو الٹی رفتار پر ڈالنے کی آرزومند ہیں۔

"شر المال فی آخر الزمان المما لیک"

"آخری زمانے میں بدترین مال تجارت غلام ہوں گے۔"

اس حدیث کی روایت ابونعیم نے "الحلیہ" میں کی ہے اور امام سیوطی نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔

ان حقوق میں مسلم و غیر مسلم بھی برابر ہیں۔ دین اسلام کے ان معاشرتی و سیاسی حقوق میں مسلمان اور غیر مسلمان کی بھی کوئی تفریق نہیں۔ حقوق میں سب برابر اور قانون کی نظر میں سب مساوی ہیں۔ اسلام نے مسلمانوں کو غیر مسلموں کے ساتھ لین دین اور سلوک کے بارے میں واضح اور صریح حکم دیا ہے۔

"ان تبروھم وتقسطوا الیھم ان اللّٰہ یحب المقسطین"

"تمہیں ان غیر مسلموں کے ساتھ حسن سلوک کرنے اور انصاف کرنے سے پیش آنے کا حکم ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔"

اسی حکم ربانی کی بنیاد پر اسلامی حکومت کی پالیسی کا اصول یہ ہے:

"لھم مالنا وعلیھم ما علینا"

"ان کے بھی وہی حقوق جو ہمارے ہیں اور ان کے فرائض بھی وہی جو ہمارے ہیں۔"

اسلامی شریعت میں افراد کے حقوق کی کفالت کے سلسلے میں جو تاریخی محققین نے اکثر دہرایا اور سماجی تحفظ کی ضمانت کے بارے میں ریاست کی مثبت ذمہ داری کا سرچشمہ قرار دیا ہے وہ واقعہ ہے جو خلیفہ راشد حضرت عمر بن الخطاب کو یہودی کے ساتھ پیش آیا اور دوسرا مضبوط اصول اس سلسلے کا وہ ہے جو فتح مند قائد خالد بن ولید نے اپنے بلاد مفتوحہ میں سیاسی پالیسی کا عنوان ٹھہرایا تھا۔ (یہ دونوں پیچھے گذر چکے ہیں)

تو یہ ہے دین عمل...... جو حقائق کے میدان میں کارفرما ہے اور اللہ کے ساتھ انسان کا ربط جوڑتے

Marfat.com

وقت بندوں کو خوف اور بھوک سے تحفظ دینا نہیں بھولتا، تا کہ فکر و عمل کی انسانی صلاحیتوں پر پیٹ بھوک اور اہل و عیال کا بلبلانا اثر انداز نہ ہونے پائے! دین عمل کی کتاب...... قرآن حکیم...... انسانوں پر اللہ کی نعمتوں کا شمار کراتا ہے، روحانی غذا اور جنت آخرت کی یاد دلاتے وقت جسم و مادہ کے حقوق ضروریات پوری کرنے کو بھی فراموش نہیں کرتا اور ساتھ ہی دنیا و آخرت کی بشارتیں بھی دیتا ہے۔

" ان لک الا تجوع فیھا ولا تعری وانک لا تظما فیھا ولا تضحیٰ "

"اے انسان تیرا یہ حق ہے کہ اس دنیا میں تو بھوکا اور ننگا نہ رہے اور یہ بھی کہ تو اس میں پیاسا بھی نہ رہے اور بے سرو سامان بھی نہ ہو (یعنی روٹی کپڑا اور مکان سب کا حق ہے)"

"فلیعبدوا رب ھذا البیت الذی اطعمھم من جوع و آمنھم من خوف "

"انہیں اس گھر کے مالک پروردگار کی عبادت کرنا چاہئے جس نے انہیں بھوک میں کھلایا اور خوف سے محفوظ کیا۔"

"یاد کرو جب تم تھوڑے اور دنیا میں کمزور تھے، ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اچک نہ لے جائیں اس نے تمہیں پناہ دی، اپنی مدد کی تائید بخشی اور پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا! ان کے لئے پسند کردہ دین کو غلبہ دے گا، ان کے خوف کو امن سے بدل دے گا، وہ میری ہی عبادت کریں گے، میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے۔"

Marfat.com

بھوک کے خلاف اسلام کی معرکہ آرائی

"ان لک الا تجوع فیھا ولا تعریٰ وانک لا تظمأ ولا تضحیٰ"

"تیرے لئے یہ ہے کہ تو اس (جنت) میں نہ بھوکا رہے اور نہ ننگا رہے اور یہ کہ تو
اس (جنت) میں نہ پیاسا رہے اور نہ دھوپ میں رہے۔" (119:11820)

یہ تھا وہ عہد جو آدم ابوالبشر سے اللہ جل جلالہٗ نے فرمایا تھا۔ چنانچہ آدم علیہ السلام جنت میں کسی مشقت اور بھوک کی تنگی کے بغیر زندگی گزارتے رہے۔ پھر مشیت ایزدی کا تقاضا یہ ہوا کہ انہیں ایک نئی دنیا میں منتقل کر دیا جائے جہاں وہ کچھ مختلف طریقے سے زندگی بسر کر سکیں۔

قدرت نے سرگرمی عمل کی بے پناہ قوتیں ودیعت کر دی تھیں مگر ان قوتوں کو ایک ایسے ایندھن کی ضرورت تھی جو انہیں حرارت عطا کر کے قوت سے فعل اور خواب سے بیداری میں بدل سکے۔ انسان کے لئے یہ ضروری ہو گیا کہ پیٹ بھرنے کے لئے اپنے ہاتھ سے کمائے کیونکہ اب وہ وقت بیت چکا تھا جب اسے جنت کی بے حساب نعمتیں میسر تھیں۔ کرہ ارضی نے ایک نئی قوت کا عملی مشاہدہ کیا جو اس چمکتے سورج کے نیچے اپنی جگہ بنا چکی تھی یعنی کرہ ارضی نے انسان کی قوت کا مشاہدہ کیا۔ انسان کی اس بے مثال قوت کے ساتھ کائنات کی قوتیں بھی مل گئیں۔ ان قوتوں نے اس بے مثال کا پورا پورا ساتھ دینا شروع کر دیا اور اس تعاون اشتراک کے نتیجے میں انسانی تمدن کی شاندار عمارت کی داغ بیل پڑی۔

انسان اس روئے زمین پر زندگی گزارتا رہا۔ لین دین، میل جول اور رہن سہن کے آداب کا سلسلہ آگے بڑھتا رہا۔ انسان اپنی قوت سے کائنات کی قوتوں کو مسخر و مطیع کرتا چلا گیا اور یوں ان قوتوں کے سہارے قافلہ زندگی تسلسل کے ساتھ جاری رہا، مگر انسانیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہ عہد اپنی جگہ قائم

Marfat.com

ودائم رہا کہ وہ "بھوکا نہیں رہے گا" اس نے پہلے تو جنت کی نعمتوں سے انسان کی حفاظت اور سرپرستی فرمائی۔ پھر اس میں بے پناہ قوتیں ودیعت کر کے اور کائنات کی بے شمار قوتیں اس کے لئے مسخر و مطیع بنا کر حفاظت و عنایت کا اہتمام کر دیا۔ کائنات کے اس وسیع سفر میں راہنمائی کے لئے اللہ کا دین ایک ضابطہ زندگی کی حیثیت سے انسان کے ساتھ بھیجا گیا تاکہ وہ اسے اپنے اندر چھپی ہوئی بے پناہ قوتوں کے ساتھ ساتھ کائنات کی قوتوں کے سرچشموں سے آگاہ کر سکے۔

"ہم نے بلاشبہ اولاد آدم کو عزت و بزرگی سے نوازا، ہم نے انہیں خشکی اور تری میں سواری مہیا کی، ہم نے انہیں پاکیزہ چیزوں کا رزق دیا اور ہم نے انہیں بہتوں پر، جنہیں ہم نے پیدا کیا ہے بڑی فضیلت عطا کی ہے۔" (70:15)

"طیبات" (پاکیزہ اشیاء) کا وافر مقدار میں مہیا کر دینا انسان کی عزت اور بزرگی کی ضمانت ہے اس کے مقابلے میں "بھوک" انسانی عزت و کرامت کے لئے تباہ کن دشمن کی حیثیت رکھتی ہے۔

تو گویا بھوک انسانی شخصیت کو مسمار کرتی ہے اور اس قدرتی تعاون اور فطرتی اشتراک عمل کا خاتمہ کر دیتی ہے جو انسان اور اس کے ماحول کے ان تمام عوامل کے درمیان قائم ہوتا ہے جو بھوک سے دوچار ہی نہیں ہوتے بلکہ وہ اپنی جبلت و غریزت کے اعتبار سے خوراک کی حاجت ہی نہیں رکھتے اور یوں ان دیگر عوامل کے لئے بھی کوئی تاثیر باقی نہیں رہتی جو انسانی سیرت و کردار کی تشکیل کرتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ زندگی کے بچاؤ کے اسباب تدریجاً کم ہو جاتے ہیں۔ احتیاط اور ضمیر و اخلاق کی قوتیں بھی معدوم ہو جاتی ہیں اور پھر انسان ...... شیگر کی رائے کے مطابق ...... انسان ایک پھاڑ کھانے والا جانور بن جاتا ہے۔ جوش جنون اور سرگرمی عمل کے لئے بے قابو جذبات مسلط ہو جاتے ہیں اور پھر وہ اپنی ہستی کو منوانے کے لئے قتل و غارت گری اور تباہی و بربادی پر اتر آتا ہے۔

"بھوک کی حدت کا احساس مسلسل نہیں ہوتا بلکہ اس میں وقفے اور انقطاع کی صورت بھی پیدا ہوتی رہتی ہے۔ بھوک بڑھنے اور گھٹنے کے لمحات بھی ہوتے ہیں۔ بھوک سب سے پہلا مرحلہ ہے، غیر معمولی اعصابی ہیجان، غضب کی بے انتہا تیزی، حواس کا تناؤ جس کے بعد احساس میں سرد مہری، شدید رنجیدگی، متلی اور توجہ مرکوز کرنے میں بے بسی کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

Marfat.com

بھوک سے انسانی معاشرے میں بے شمار معاشرتی خرابیاں ظہور میں آتی ہیں مثلاً رہزنی، دنیا سے بیزاری، غم آمیز زہد و تصوف، نہ ختم ہونے والی شورشیں، عصمت فروشی اور اخلاقی انحطاط کی دیگر اقسام۔ ان تمام خرابیوں کا سبب وہ بے حالی اور شکستگی و مردنی کی کیفیت ہے جو بھوک کی وجہ سے انسانی شخصیت کے توازن اور کمال کو لاحق ہو جاتی ہے۔ ڈاکٹر کینز کے تجربات کے مطابق بھوک کے سبب انسانی اعصاب میں ایک ایسا حقیقی التہاب بھی پیدا ہو جایا کرتا ہے جو اپنے ساتھ معاشرے کے لئے نفرت و ناپسندیدگی کا شدید احساس لئے ہوتا ہے۔ بھوک کی شدت جب نقطہ عروج کو پہنچ جاتی ہے تو اس وقت انسان پر دیوانگی اور ہیجان کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ سولہویں اور سترہویں صدی کے ملاحوں نے اس کیفیت کو بھوک کے دیوانہ وار لالچ (Voracity of startion) سے تعبیر کیا ہے۔ نقص غذا یا بے جان کر دینے والی بھوک سے جو اثرات انسان کی روح اور معنویت پر مرتب ہوتے ہیں وہ بھوک سے بلکنے کی کیفیت سے تو زیادہ نمایاں اور خطرناک نہیں لیکن نتائج کے لحاظ سے زیادہ مہلک اور نقصان دہ ہیں۔ ایک تو یہ تادیر قائم رہتے ہیں اور دوسرے ان سے شفایابی بہت مشکل ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ حقیقت تجربے میں آ چکی ہے کہ شدت کی بھوک سے عام طور پر ایک غیر معمولی ہیجان کی کیفیت پیدا ہو جایا کرتی ہے لیکن بے جان کر دینے والی طویل بھوک سے انسان پر غم و یاس چھا جانے کے علاوہ کند ذہنی اور بلادت کی کیفیت بھی طاری ہو جایا کرتی ہے۔ جو انسان طویل مدت کی بے جان کر دینے والی بھوک میں مبتلا رہتے ہیں، وہ غذا کی خواہش اور طلب کھو بیٹھتے ہیں اور بالآخر بھوک کے احساس سے بھی محروم ہو جاتے ہیں۔ اس صورت میں یہ لوگ ان محرکات کا ساتھ بھی نہیں دے پاتے جو انسان کے لئے محنت اور عمل کو پر کشش اور محبوب بناتے ہیں۔

"جہاں تک طویل مدت کی بھوک کے نفسیاتی اثرات کا تعلق ہے تو اس سے انسان میں جنسی تعلقات قائم کرنے کا جذبہ، غذا اور کھانے کی طلب کے جذبے کی جگہ لے لیتا ہے اس کے برعکس شدت کی بھوک جنسی رغبت کو کم کرتی ہے۔"

"اعداد و شمار سے یہ بات بڑی وضاحت کے ساتھ ثابت ہو چکی ہے کہ جیسے جیسے پروٹین کی نسبت میں کمی واقع ہوتی جاتی ہے۔ اسی نسبت سے انسان کے اندر نسل بڑھانے کی قوت بڑھتی جاتی ہے اس

Marfat.com

کے برعکس جس قدر پروٹیم کا اضافہ ہوتا جاتا ہے اسی قدر بچوں میں امراض کے خلاف قوت مدافعت بڑھتی جاتی ہے اور اموات کی شرح میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔"

یہ ہیں وہ درخشندہ کلمات جو برازیل یونیورسٹی کے ادارہ تغذیہ کے پروفیسر "جوزویہ دی کاسترو" کی تحقیق کا نچوڑ ہیں۔ یہ الفاظ بھوک کے ان خطرات کی نشاندہی کرتے ہیں جو انسان کو درپیش آسکتے ہیں۔ اور "انسان" سے ہماری مراد محض گوشت پوست کا حیوانی ڈھانچہ نہیں بلکہ وہ انسان مراد ہے جس کی ایک حقیقت ہے جو عزت و بزرگی اور روحانیت معنویت کا ن مالک ہے۔

اسی "انسان" کی خاطر قرآن حکیم میں آیا ہے جو انسانوں پر اللہ کی بے شمار نعمتیں یاد دلاتا ہے۔ قرآن بھوک سے آزادی حاصل کرنے کو خوف سے آزادی حاصل کرنا قرار دیتا ہے۔ ابتلاء کی حالت میں بھوک کو خوف کے ساتھ ملا کر ذکر کرتا ہے۔

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ ایک بستی کی مثال بیان کرتا ہے جو امن اور اطمینان کی حالت میں تھی۔ اس کی روزی اس کے پاس ہر جگہ سے فراوانی سے آتی تھی۔ اس بستی نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا انکار کیا تو اللہ نے اسے بھوک اور خوف کے لباس کا مزہ چکھایا۔ یہ بدلہ تھا کے کرتوتوں کا۔" (112:116)

"ولنبلونکم بشیء من الخوف والجوع و نقص من الاموال والانفس والثمرات وبشر الصابرین (155:2)

"خوف، بھوک، مال و دولت، جانوں اور پھلوں کے نقصان سے ہم تمہارا امتحان ضرور لیں گے، پھر جو صبر کرنے والے ہوں گے انہیں خوشخبری سنا دیجئے۔"

اسی طرح نعمتوں کا شمار کرتے اور تنگی سے چھٹکارا پانے کا تذکرہ کرتے ہوئے بھی قرآن کریم بھوک اور خوف کا ایک ساتھ ذکر کرتا ہے۔

ترجمہ: "انہیں اس بیت اللہ کے رب کی عبادت کرنی چاہیے وہ رب کہ جس نے انہیں بھوک کی حالت میں کھانا کھلایا اور خوف سے محفوظ و مامون کر دیا۔"

تمہیں وہ وقت یاد کرنا چاہیے جب تم تھوڑے تھے اور دنیا میں کمزور تھے، تم ڈرتے تھے۔ دل

Marfat.com

تمہیں اُچک نہ لے جائیں۔ اس وقت اللہ نے تمہیں اپنی پناہ میں لے لیا اور اپنی فتح و نصرت سے تمہاری تائید کی اور تمہیں طیبات کا رزق دیا۔

یہ دین عمل ...... اسلام ...... اسی پر اکتفا نہیں کرتا کہ انسان کے خالی معدے کو پُر کرنے کا ساز وسامان کردے اور میکانکی ذریعے سے بھوک کے احساس کا خاتمہ کردے اور بس! بلکہ یہ دین تو انسان کے لئے طیب اور حلال رزق کی مانگ کرتا ہے۔

" یا ایھا الذین امنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم واشکروا للّٰہ ان کنتم ایاہُ تعبدون "

"اے ایمان والو! ہم نے جو تمہیں طیب وحلال رزق دیا ہے اس میں سے کھایا کرو اور اللہ ہی کا شکر ادا کیا کرو اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔"

اللہ کی عطا کردہ نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہوئے اور اس کے حکیمانہ اسلوب بیان کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ قرآن حکیم نے "طیبات" کی جو ترکیب استعمال کی ہے اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے لازم ہے کہ ہماری خوراک غذا کسب حلال سے ہو، ہماری اس کمائی میں کوئی حرام کا شائبہ نہ ہو کسی فرد یا معاشرے کی حق تلفی شامل نہ ہو۔

اسی طرح یہ خوراک غذائی اور صحتی نقطہ نظر سے بھی طیب اور پاکیزہ ہو، اس میں غذائیت کے ضروری اجزاء اور مقومات پوری طرح موجود ہوں اور یہ خوراک امراض سے بچاؤ اور حفاظت کی ضامن بھی ہو۔

قرآن کریم نے اس بھوک سے بھی چشم پوشی نہیں کی جسے ہم آج کی اصطلاح میں جوع جزئی (جزئی بھوک) سے تعبیر کرتے ہیں۔ قرآن مجید نے "بشیء من الجوع (کچھ بھوک) اور "نقص من الاموال والانفس والثمرات (مالوں، جانوں اور پھلوں کا کچھ نقص یا کمی) کے الفاظ استعمال کرکے اسی جزئی بھوک کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اس سلسلے میں غذائیت کے ایک ماہر کا بیان دلچسپی سے خالی معلوم نہیں ہوتا جو لکھتا ہے:

"بھوک ایک ایسا لفظ ہے جس کے متعدد معنی اور کئی ایک پہلو ہو سکتے ہیں، ایک انفرادی بھوک

Marfat.com

ہے، خواہ وہ فزیالوجی کے میدان میں ہو یا اپنے نفسیاتی اور موضوعی مظاہر کی شکل میں ہو۔ دوسری اجتماعی بھوک ہے جسے ہم ایک مقامی عمومی بھوک سے بھی تعبیر کرتے ہیں۔ اس بھوک کا شکار بشریت کی ایک بہت بڑی تعداد ہو سکتی ہے۔ تیسری ہے کل یا عمومی بھوک۔ اس سے مراد خوراک کی کمی کے سبب انسان کا حصول غذا سے مکمل عاجز ہو جانا ہے۔ یہ صورتحال ان منطقوں اور خطوں پر موقوف ہوتی ہے جہاں شدید قسم کی آفات اور مصیبتیں نازل ہو جاتی ہیں یا غیر معمولی حالات پیدا ہو جاتے ہیں۔ بھوک کی چوتھی قسم پوشیدہ بھوک (جوع خفی) ہے۔ بھوک کی یہ قسم چپکے چپکے بعض انسانی گروہوں کا خاتمہ کر دیتی ہے۔ اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ اس انسانی گروہ کے افراد کھاتے تو روزانہ پیٹ بھر کے ہیں مگر ان کی خوراک میں بعض ایسے غذائی اجزاء کم ہو جاتے ہیں جو نہایت ضروری ہوتے ہیں۔ بھوک کی یہ خاص جزئی اقسام جن کا انکشاف جدید سائنسی تحقیق کے ذریعے دنیا کے مختلف گوشوں میں ہوتا رہا ہے، موجودہ دور میں تحقیق و مطالعہ کا بے حد اہم موضوع ہیں۔ مزید برآں یہ کہ بھوک کا ہر لفظ ہر شے پر حاوی ہے جو غذا میں کسی نقص سے شروع ہو کر بری خوراک کے باعث بھوکوں مر جانے پر ختم ہوتا ہے۔ گویا غذا اور خوراک ایک ایسا ایندھن ہے جو اس زندہ انسانی مشین کو وہ تمام ضروری عناصر مہیا کرتا ہے جو اس کی حفاظت و اصلاح کے لئے ضروری ہیں اور جن کے طفیل وہ اپنا فریضہ عمل کما حقہ ادا کر سکتا ہے۔ خوراک کے ذریعے ہی انسانی جسم وہ ضروری طاقت حاصل کرتا ہے جو فریضہ عمل کی ادائیگی میں مدد و معاون ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح انسانی جسم اس خوراک کے ذریعے ہی وہ بنیادی اور لازمی مواد حاصل کرتا ہے جس سے نہ صرف اس کے ٹشوز تعمیر ہوتے ہیں بلکہ فزیالوجیکل نقائص بھی دور ہوتے ہیں۔

چونکہ انسانی جسم خود بخود یہ مواد پیدا کرنے کی قدرت نہیں رکھتا اس لئے ضروری تھا کہ اس کی غذا ہی اس مواد پر مشتمل ہوتا کہ یہ زندہ انسانی مشین خطرناک قسم کے امراض کا شکار نہ ہو۔ مکمل محافظ غذا کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس میں دو امور وافر مقدار میں میسر ہوں۔ اول یہ کہ اس غذا سے زندہ انسانی جسم کو وہ مکمل طاقت میسر آ سکے جس کی اسے ضرورت ہے۔ ثانی یہ کہ غذا جسم کو وہ تمام مختلف لازمی مواد مہیا کر سکے جس سے وہ اپنے توازن و اعتدال کو برقرار رکھ سکے۔ اگر انسان کو طاقت کی وہ مقدار میسر نہ آ سکے جو اس کی خرچ ہونے والی طاقت کے برابر ہے تو پھر وہ "جوع عام" یعنی طاقت میں کمی کا شکار

Marfat.com

ہوجاتا ہے اور اگر فرق کی مقدار بہت بڑی ہو تو انسان ''تضور'' (بھوک سے بلکنے) کے درجے کے قریب پہنچ جاتا ہے او۔ جب مذکورہ عناصر کلی طور پر مفقود ہوجائیں تو وہ بھوکوں مرجائے گا......اور اگر ان بنیادی عناصر میں سے کوئی ایک کم ہوگیا......طاقت کا رخ متعین کرنے کے مسئلے سے قطع نظر......تو پھر انسان جزئی یا نوعی بھوک کا شکار ہوسکتا ہے۔ بہت سے امراض خوراک......یہ وہ نام ہے جس کا اطلاق جزئی بھوک کی اقسام پر ہوتا ہے تو بظاہر محسوس بھی نہیں کئے جاتے اگرچہ وہ صحت پر اثر انداز ضروری ہوتے ہیں۔ بعض اقسام ایسی بھی ہیں جو خاص امراض کی شکل میں واضح طور پر سامنے آجاتی ہیں۔ غذائی کمی کے امراض انہی کو کہتے ہیں اور امراض کی یہی قسم سب سے اہم بھی ہے جو پروٹین کی مقدار کم ہونے، بعض روغنی مواد، معدنی نمکیات اور حیاتین کی مقدار کم ہونے سے پیدا ہوتی ہیں۔

دینِ عمل......اسلام......نہ تو جزئی بھوک کو پسند کرتا ہے اور نہ کلی بھوک کو برداشت کرسکتا ہے، یہ دینِ عمل انسانی عظمت و عزت کے لئے صرف طیبات رزق کی مختلف صورتوں کے سوا اور کچھ بھی پسند نہیں کرتا۔

" والانعام خلقها لكم فيها دفء و منافع ومنها تاكلون " (5:16)

یعنی ''چوپایوں کو اللہ ہی نے پیدا کیا، ان میں تمہارے لئے گرمی اور تپش کا سامان ہے اور کئی فائدے ہیں اور ان میں سے تم کھاتے ہو۔''

وہی ذات ہے جس نے تمہارے لئے آسمان سے پانی نازل کیا ہے۔ اسی میں سے تم پیتے ہو، اور اسی سے درخت پرورش پاتے ہیں جن میں تم چراتے ہو، اسی پانی سے وہ تمہارے لئے کھیتی اگاتا ہے زیتون، کھجور، انگور اور ہر قسم کے پھل پیدا کرتا ہے۔ یقیناً اس بات میں اہل فکر کے لئے نشانی ہے۔ جو کچھ اس نے تمہارے لئے زمین میں پیدا کیا ہے اس کے رنگ مختلف ہیں۔ اس بات میں ان کے لئے عبرت ہے جو نصیحت حاصل کرنے والے ہیں۔ (13:16)

" وهو الذى سخر البحر لتاكلوا لحما طريا " (14:16)

''اللہ وہ ذات ہے جس نے سمندر کو کام میں رکھا ہے تاکہ تم اس میں سے تازہ گوشت کھاسکو۔''

Marfat.com

''اور تمہارے لئے چار پایوں میں عبرت ہے۔ہم تمہیں ان کے پیٹوں میں سے گوبر اور لہو کے درمیان سے خالص دودھ پلاتے ہیں جو پینے والوں کے لئے خوشگوار ہے اور کھجوروں اور انگوروں کے میوؤں میں سے، تم اس میں سے مشروب اور اچھا رزق بناتے ہو، اس میں یقیناً ان لوگوں کے لئے عبرت ہے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی کی کہ پہاڑوں میں گھر بنا اور درختوں میں اور جو وہ چھپر بناتے ہیں، پھر ہر قسم کے پھلوں سے کھا اور اپنے رب کے رستوں پر فرماں برداری سے چلی جا۔ان شہد کی مکھیوں کے پیٹ سے ایک مشروب نکلتا ہے جس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں اس میں لوگوں کے لئے شفا ہے۔اس میں ان لوگوں کے لئے عبرت ہے جو فکر کرتے ہیں۔'' (69-66:16)

" اولم یروا الی الطیر مسخرات فی جو السماء ما یمسکھن الا اللہ ان فی ذلک لایة لقوم یومنون "

یعنی ''کیا یہ لوگ پرندوں کو نہیں دیکھتے جو آسمان کی فضا میں اڑے پھرتے ہیں۔انہیں اللہ کی ذات کے سوا کوئی نہیں تھام سکتا۔اس میں ان لوگوں کے لئے عبرتیں ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں۔'' (79:16)

''یعنی ان لوگوں کو بتا دیجئے کہ پاکیزہ چیزیں ان کے لئے حلال کی گئی ہیں اور وہ جو تم شکاری جانوروں کو شکار کی تعلیم دیتے ہوئے سکھاؤ، تم ان کو سکھاتے ہو اس علم میں سے جو اللہ نے تمہیں سکھایا ،سو جس کو وہ تمہارے لئے پکڑ رکھیں اس میں سے کھا لیا کرو اور اس پر اللہ کا نام لے لیا کرنا اور اللہ سے ڈرتے رہا کرو، بلاشبہ اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔'' (4:5)

تو یہ ہے دین عمل ......اسلام ......کی دعوت، ہر ستھری اور پاکیزہ چیز کھانے کی دعوت! پاکیزہ گفتگو، پاکیزہ عمل، کھانا پینا، لباس اور رہائش سب پاکیزہ وطیب! ہر طیب اور پاکیزہ چیز جہاں بھی ہو جیسی بھی ہو، انسان کے لئے حلال ہے۔یہی طیبات اور پاکیزہ اشیاء ہیں جن کے بارے میں ملت و وطن کے تمام اختلافات کے باوجود سب انسان باہم تعاون کر سکتے ہیں۔

Marfat.com

" الیوم احل لکم الطیبات و طعام الذین اوتو الکتاب حل لکم وطعامکم حل لھم "

یعنی "آج تمہارے لئے ستھری اور پاکیزہ چیزیں حلال کردی گئی ہیں اوران لوگوں کا کھانا بھی جن کو کتاب دی گئی ہے تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا کھانا ان کے لئے حلال ہے۔" (5:5)

یہی وہ حقیقت ہے جو دینِ عمل کے کمال کی شان ہے اور انسانی عظمت وکرامت کے لائق ہے۔

" یا ایھاالذین آمنوا لا تحرموا طیبات ما احل اللہ لکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین ، وکلوا ممارزقکم اللہ حلالا طیبا واتقواللہ الذی انتم بہ مؤمنون "

یعنی "اے ایمان والو! ان ستھری اور پاکیزہ چیزوں کو حرام نہ سمجھو جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کی ہیں ،حد سے نہ بڑھو، اللہ تعالیٰ حد سے تجاوز کرنے والوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو طیب وحلال رزق دیا ہے اس میں سے کھایا کرو اور اس اللہ کی ذات سے ڈرتے رہا کرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔"

رزق حلال کی راہ پر:

یہ قول کہ بھوک ایک نتیجہ ہے۔ فطری قوانین کا، ایک ایسا قول ہے جس کی کسی سائنسی نقطہ نظر سے تائید نہیں ہوتی بلکہ بعض اعداد وشمار کے تجزیہ سے ہی واضح ہو جاتا ہے کہ یہ نظریہ غیر حقیقت پسندانہ ہے۔ چنانچہ حقیقت حال یہ ہے کہ کرہ ارضی کا 71% رقبہ سمندروں پر مشتمل ہے، پھر سطح زمین کا 29% رقبہ خشک حصے پر مشتمل ہے جو 56 ملین مربع میل تک پہنچتا ہے۔ اس میں سے:

30% جنگلات پر مشتمل ہے۔

20% ہموار چراگاہوں اور میدانی سبزہ زاروں پر مشتمل ہے۔

Marfat.com

18% پہاڑی ہے اور

32% گرم اور قطبی صحراؤں پر مشتمل ہے۔

ولایت متحدہ امریکہ کی وزارت زراعت کے ماہرین روبرت سولتر اور ہومر شانتز کی رپورٹ یہ ہے کہ 25 ملین مربع میل ...... یعنی خشک حصے کے نصف علاقے میں موجودہ زرعی طریقوں کے مطابق کھیتی باڑی کے ذریعے روئے زمین سے استفادہ ممکن ہے۔ رہے پہاڑ اور صحرا تو وہ زراعت کے قابل نہیں سمجھے جاسکتے اگرچہ گذشتہ چند سالوں کے دوران ان خطوں میں بھی زراعت کے فنی طریقوں سے قابل قدر کامیابیاں حاصل ہو چکی ہیں۔

بہر حال ان اعداد و شمار کے مطابق 16 ملین ہیکٹر کا رقبہ بنی نوع انسان کے تصرف میں ہے جس میں وہ کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ اس اعتبار سے دنیا کی آبادی کی موجودہ تعداد کو پیش نظر رکھتے ہوئے دنیا کے ہر فرد متنفس کے لئے آٹھ ہیکٹر کے برابر رقبہ مختص ہوتا ہے۔ جدید علم تغذیہ کی روشنی میں زرعی خطوں کی مساحت و مقدار اور پیداوار خوراک کے درمیان تناسب و تعلق کا مطالعہ کرنے والے ماہرین خوراک وزراعت کا اندازہ ہے کہ دو ہیکٹر کا رقبہ ایک فرد کی معقول خوراک کے ضروری عناصر مہیا کرنے کے لئے کافی ہے۔ اس تناسب کی بنیاد پر دنیا کے قابل کاشت رقبے کی چوتھائی کو زراعت کے لئے استعمال کرنا ممکن ہے۔

ابھی تک صورتحال یہ ہے کہ دنیا کا قابل کاشت رقبہ دو بلین ہیکٹر سے نہیں بڑھ پایا یعنی ممکن طور پر قابل کاشت رقبے کا آٹھواں حصہ۔

ہم حصہ خشکی کا نصف حصہ تو خارج از حساب قرار دے چکے ہیں کیونکہ پہاڑ اور صحرا تو قابل کاشت زمین کے ضمن میں نہیں شمار کئے جاتے۔ اگرچہ بارش والے صحرا کا لاکھوں ہیکٹر رقبہ جدید طریقوں کو اپناتے ہوئے قابل کاشت بنایا جاچکا ہے۔ روس کے لوگوں نے اپنے حیرت انگیز طریقوں کو کام میں لاتے ہوئے قطبی صحراؤں کا ایک وسیع رقبہ نئی قابل کاشت کھیتیوں میں بدل ڈالا ہے۔

گھبراہٹ اور پریشانی کی کیفیت پیدا کر دینے والے چند دیگر نظریات میں سے ایک نظریہ یہ بھی ہے کہ خوراک کی موجودہ پیداوار کی مقدار کو بڑھایا نہیں جاسکتا اور یہ کہ زمین کی پیداواری صلاحیت

Marfat.com

اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔انسان کی سیر خوری کا بھی یہی حال ہے۔

مگر حقائق یہ ہیں:

اولاً: کرہ ارضی کا وہ پچاس فیصد رقبہ جسے قابل کاشت بنانا ممکن ہے اس، کا صرف دس فیصد حصہ زیر کاشت ہے۔

ثانیاً: دنیا کے مختلف گوشوں میں جدید سائنسی ذرائع کاشت کے استعمال سے فی ایکڑ پیداوار میں بہت بڑا اضافہ ممکن ہے۔

خوراک وزراعت کی تنظیمی کمیٹی نے دنیا میں خوراک کی صورت حال کے بارے میں جو رپورٹ شائع کی ہے اس کے مطابق آئندہ دس سالوں کے اندر گندم کی پیداوار میں 30 فیصد اضافہ ممکن ہے

20% کیمیاوی کھادوں کے استعمال سے۔

5% نئے ترقی یافتہ بیجوں کے استعمال سے اور

5% فصلوں کو قدرتی آفات اور کیڑوں مکوڑوں سے بچا کر۔

رپورٹ میں بیان کیا گیا ہے کہ اس مدت کے اختتام تک مزید نئے وسائل استعمال کر کے پیداواری اضافے کی مقدار پچاس فیصد تک پہنچ سکتی ہے۔دنیا کے دیگر مختلف گوشوں میں بھی یہی صورت حال پیدا ہوسکتی ہے۔ریموند کریستنسن کا اندازہ یہ ہے کہ ولایات متحدہ امریکہ میں زرعی پیداوار کا نصف اضافہ ان جدید کاشت کاری طریقوں کا مرہون منت ہے۔جو دوسری عالمی جنگ کے بعد استعمال میں لائے گئے۔

"غذائی پیداوار کے دو وسائل کی حیثیت سے پالتو جانوروں اور پودوں کے علاج کے وسائل میسر آجانے سے ان کی مقدار اور کیفیت دونوں کو بہتر بنانا ممکن ہے۔"

"اس سلسلے میں ہمارے پاس متعدد مثالیں ہیں۔پہلی اور دوسری عالمی جنگوں کے درمیانی عرصے میں سائنسی بنیادوں پر حیوانات کی پرورش سے ڈنمارک میں دودھ کی اوسط پیداوار فی راس (پرہیڈ) دو ہزار رطل سے تین ہزار دو رطل تک پہنچ گئی جب کہ انگلستان میں یہی اوسط پیداوار دو ہزار سات سو تین ہزار دو سو رطل، نیوزی لینڈ میں دو ہزار سے تین ہزار ایک سو رطل تک پہنچ گئی۔اسی طرح

Marfat.com

زرعی توسیع کے وسائل بھی ہیں۔نئی کھیتیوں کی کاشت اور نئی قابل کاشت زمینیں تیار کر کے اور غذائی مقاصد کے لئے نئی نسلوں اور پالتو جانوروں میں اضافہ کر کے اس کے علاوہ ہم خوراک کے ان ذرائع اور مواد کو بھی استعمال میں لا سکتے ہیں جن تک ابھی ہماری رسائی ممکن نہیں ہو سکی مثلاً وہ بے پناہ ثروت جس سے سمندر بھرے پڑے ہیں یا سمندری پانیوں میں پالتو جانوروں کے ذرائع پیدا کر کے انسانی خوراک کے وسائل میں اضافہ کیا جا سکتا ہے۔

بھوک پر عظیم فتح خوراک کی عالمی پیداوار میں بنیادی اضافے کی صورت میں ہی ممکن ہوگی اور قدرت اور سائنس کو اس سلسلے میں باہمی امداد و تعاون کے لئے تیار ہونا پڑے گا۔کرہ ارض کے بے شمار وسیع خطے ابھی تک قابل کاشت نہیں بنائے جا سکے اور وہ انسانی استفادے کے منتظر ہیں۔زراعت و کاشت کاری کے جدید فنی طریقے ان خطوں سے استفادہ کی راہیں ہموار کر سکتے ہیں۔اسی طرح یہ طریقے ہمیں موجودہ قابل کاشت زمین سے مزید فوائد حاصل کرنے کی صورتیں بھی متعین کر سکتے ہیں اسی طرح سمندر سے بھی استفادہ باقی ہے حتیٰ کہ غیر مصنوعی مواد کے مرکبات سے بھی۔"

یہ۔ہے برازیل یونیورسٹی کے ادارہ تغذیہ کے ماہر جوز ویہ دی کاسترو کا بیان، جو ہمارے سامنے سائنس کی پرامید تصریحات اور اندازے پیش کرتا ہے۔

دین عمل بھی اللہ کی رحمت کی تصریح پیش کرتا ہے جو ہر شے کو محیط اور شامل ہے۔کائنات کی ایک فطرت ہے جس میں کوئی رخنہ نہیں کیونکہ یہ کائنات اس اللہ کی کاریگری کا کرشمہ ہے جس نے ہر شے کو پختگی و متانت بخشی ہے۔اسی طرح یہ دین عمل انسان کی حرمت و عظمت کا بھی اعلان کرتا ہے...... ان تمام اعلانات و تصریحات کے ذریعے ایمان کے بنیادی عقائد کے ضمن میں آگے بڑھ نکلنے کے اور ترقی کرنے کی عظیم قوتوں کو بھی بیدار کرتا جاتا ہے...... یہ دین عمل انسانی قوت اور کائنات کی قوتوں کے لئے راستے کھولنے کا داعی ہے۔ان تمام قوتوں کو باہمی تاثیر اور متبادل فعالیت کے ساتھ آگے بڑھنا ہوگا۔

یہ انسان کا کام ہے کہ وہ کائنات کی قوتوں کو مسخر کرنے کے لئے، اپنی خداداد قوتوں اور صلاحیتوں کو کام میں لائے۔کائنات کا فرض یہ ہے کہ وہ اپنی قوتوں کے مخفی خزانے انسان کی ہمت و ہنر پر نچھاور

Marfat.com

دین کے شعائر بھی حکمت سے لبریز ہیں۔ایک ایسی حکمت جو عبادت گزار اور شعائر ادا کرنے والے کے وجدان کی گہرائیوں تک سرایت کر جاتی ہے اور پھر محراب مسجد سے وہ اسی حکمت کو اپنے دل و دماغ میں لئے ہوئے باہر میدان زندگی میں نکل آتا ہے تا کہ اس کی روشنی میں قدم بڑھاتا جائے۔

چنانچہ نماز طہارت وصفائی، جماعت وتنظیم، عبادت واطاعت، امامت واتباع، ترتیب وتنسیق اور ضبط و پابندی وقت کے ساتھ ساتھ اللہ کا ذکر اور اجتناب خواہش کا درس دیتی ہے۔

" ان الصلٰوۃ کانت علی المؤمنین کتابا موقوتا "

یعنی "نماز تو بلاشبہ اہل ایمان پر پابندی وقت کے ساتھ فرض ہے۔"

اور

" ان الصلٰوۃ تنھٰی عن الفحشاء والمنکر ولذکر اللّٰہ اکبر واللّٰہ یعلم ما تصنعون "

یعنی "نماز تو ضرور بدی اور ناپسندیدہ باتوں سے روکتی ہے۔اللہ کی یاد سب سے بڑی چیز ہے اور اللہ وہ سب کچھ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔"

رمضان المبارک کا روزہ بھی عزیمت وارادے کی ایک ریاضت اور تربیت ہے۔اصول اور طریقہ زندگی کے لئے وحدت وتنظیم اور قوت تحمل کے ساتھ ساتھ اجتناب معاصی کی عملی تعلیم ہے۔

" من لم یدع قول الزور والعمل بہٖ فلیس للّٰہ حاجۃ ان یدع طعامہ و شرابہ "

یعنی ارشاد نبوی ہے کہ "جس روزہ دار نے جھوٹ بولنا نہ چھوڑا اور جھوٹ پر عمل کو ترک نہ کیا تو پھر اللہ تعالیٰ کو اس بات کی حاجت نہیں کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے۔"

اسی طرح زکوٰۃ بھی شماریات وحساب کی ایک تربیت کے علاوہ اللہ کی عبادت کی طرف رغبت کا باعث بھی ہے۔مال ودولت کے سلسلے میں بھی احکام الٰہی کی اطاعت کی دعوت ہے۔اسی لئے ہمارے فقہاء نے زکوٰۃ کو مالی عبادت کا نام دیا ہے۔اس کے ساتھ ہی یہ زکوٰۃ مومنوں کو اس بات کا بھی احساس دلاتی ہے کہ ان کے مال میں اسلامی معاشرے اور اس کے بعض افراد کا بھی حق ہے۔

Marfat.com

اور حج! حج تو " سیرو فی الارض " کی عملی تربیت کے علاوہ ثقافت، آداب معاشرت اور باہمی تعارف کا ایک بہترین وسیلہ ہے۔

" لیشهدوا منافع لهم ویذکروا اسم اللّٰہ فی ایام معلومات "

یعنی "یہ حج اس لئے بھی ہے تاکہ اہل اسلام اپنے فائدے کی باتوں کا مشاہدہ بھی کریں اور چند معلوم ایام میں اللہ کو بھی یاد کریں۔"

اور

" الحج اشهر معلومات فمن فرض فیهن الحج فلا رفث ولا فسوق "

یعنی "حج کے مہینے معلوم ہیں سو جو کوئی ان میں خود پر حج فرض کرے تو اسے اس دوران میں فحش گوئی اور بے حیائی کی ہرگز اجازت نہ ہوگی۔"

شعائرِ دین تو گویا ایک درسگاہ ہے جہاں زندگی کی عملی تربیت ہوتی ہے مگر یہ شعائر اپنی جگہ سب کچھ نہیں ہیں...... زندگی کی تربیت ہے نہ کہ خود زندگی۔

اگر مساجد اور عبادت گاہوں میں جانے والے لوگوں کے ساتھ لین دین کرتے ہوئے بھی اللہ کی ذات کو نگاہ میں رکھتے اور دنیا کی طلب میں بھی آخرت ہی کی تلاش رکھتے تو پھر جہان کے تمام گوشے ادیان و مذاہب کی روشن کرنوں سے معمور ہو جاتے۔ عبادت کے شعائر و رسومات اگر عبادت گزاروں کے عقل و دماغ اور رفتار و گفتار کو ایک ہی رخ پر منظم کر دیتے ہیں بالکل جس طرح مقناطیس کی کشش سے لوہے کے تمام ذرات ایک ہی رخ پر کھنچے چلے آتے ہیں تو وہ قول و فعل میں ہدایت ربانی کو اپنا محور بنا لیتے اور ہر تعمیر کی جانے والی عبادت گاہ سے انسانیت کو بیش بہا دولت میسر آتی۔

دینی شعائر میں سے جن کو بنیادی فرائض کی حیثیت حاصل ہے وہ بالکل محدود و معدود ہیں مگر بایں ہمہ وہ عذر کی صورت میں نرمی یا رخصت سے بھی خالی نہیں۔ ان بنیادی فرائض کے علاوہ جو عبادات نافلہ ہیں وہ افراد اور زمانے کے حالات پر موقوف ہیں اور ان کا تعلق فراغت اور وقت کی گنجائش کے ساتھ ہے اور کام کا تعلق فراغت کے ساتھ بھی ہے اور سائنس اور ماحول کے نتیجے کے

Marfat.com

مطابق ایک فرد کی بنیادی تشکیل کے معیار سے بھی ہے۔ چنانچہ ایک مطبوعہ کتاب کا مطالعہ، کسی فن کا مشاہدہ، ریڈیو اور سینما سب ہی مفید اور کارآمد وسائل ہیں اور اپنی جگہ صحیح رہنمائی اور عمدہ تربیت کی صورت پیدا کر سکتے ہیں۔ اگر کوئی شخص نوافل عبادات اور اوراد و وظائف کی جگہ کسی ایسے ہی مفید اور نتیجہ خیز مشغلے میں لگ جائے تو یہ بھی اس کی شخصیت کی عظمت و تعمیر کا کام دے سکتا ہے۔

بہر حال یہ شعائر دین عبادت کی دعوت کے ساتھ ساتھ فلاح کی دعوت بھی ہیں۔ قرآن مجید کی طرح انجیل نے بھی اس کی وصیت کی ہے۔ ''جب نماز پڑھ چکے تو ریا کاروں جیسا مت بن، کیونکہ یہ لوگ تو عام مجمعوں کے سامنے اور بازاروں کے گوشوں میں کھڑے ہو کر نماز پڑھنا پسند کرتے ہیں تاکہ لوگوں کو دکھا سکیں۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں انہوں نے تو اپنا اجر پالیا مگر تو جب عبادت کرنا چاہے تو اپنے تہہ خانے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لے اور پھر اپنے اس خداوند کی عبادت کر جو پردہ خفا میں ہے اور جب عبادت کرو تو بعض لوگوں کی طرح بیکار کلام دہرائے مت چلے جاؤ جو یہ سمجھتے ہیں کہ کثرت کلام ہی سے انکی عبادت قبول ہوگی۔

''اور جب روزہ رکھو تو بھی ریا کاروں کی طرح منہ مت بسور لیا کرو کیونکہ وہ اپنے چہروں کی ہیئت اس لئے بدل لیتے ہیں تاکہ لوگ انہیں روزہ دار خیال کریں! سچ تو میں کہتا ہوں تم سے، انہوں نے اپنا اجر پالیا مگر تو جب روزہ رکھے تو سر کو تیل لگا، منہ دھولے، تاکہ لوگ تجھے روزہ دار نہ سمجھیں بلکہ تیرا یہ روزہ اس خداوند کے لئے ہو جو پردہ خفا میں ہے۔

''جو شخص اپنے بھائی سے خواہ مخواہ ناراض ہو وہ سزا کا مستحق ہے۔ اگر قربان گاہ پر قربانی چڑھاتے وقت تجھے یاد آجائے کہ کسی بھائی کا تجھ پر حق ہے تو پھر قربانی کو تو وہیں قربان گاہ کے سامنے چھوڑ دے اور جا سب سے پہلے اپنے بھائی سے معاملہ درست کرلے پھر آکر قربانی دے!

''اگر تم لوگوں کی لغزشیں معاف کرو گے تو آسمان پر تمہارا خداوند تمہارے گناہ بخش دے گا اور اگر تم نے لوگوں کی لغزشیں معاف نہ کیں تو پھر آسمانی خداوند بھی تمہیں نہیں بخشے گا۔

''تب اس سے فریسیوں نے کہا: دیکھ وہ سبت والے دن وہ کام کیوں کرتے ہیں جو ان پر حلال نہیں؟ اس نے ان سے کہا: سبت والا دن انسان کے لئے بنا ہے، نہ کہ انسان سبت والے دن کیلئے۔''

Marfat.com

''عورت نے اس سے کہا: جناب میرا خیال ہے کہ آپ نبی ہیں، ہمارے بڑوں نے اس پہاڑ پر سجدہ کیا ہے اور آپ کہتے ہیں کہ یروشلم میں ایک جگہ ہے وہاں پر سجدہ کرنا چاہئے؟ یسوع نے اس سے کہا: اے عورت یقین کر لے کہ ایک ایسا وقت بھی آئے گا کہ نہ تو تم پہاڑ پر خداوند کو سجدہ کرو گی اور نہ یروشلم میں! ایک گھڑی آئے گی اور وہ اب ہے جب سجدہ کرنے والے روح اور حق کے ساتھ خداوند کو سجدہ کریں گے کیونکہ خداوند کو ایسے ہی سجدہ کرنے والوں کی ضرورت ہے اور جو اسے سجدہ کرتے ہیں تو پھر انہیں روح اور حق کے ساتھ اسے سجدہ کرنا چاہئے۔''

اور یوں تمام روئے زمین مسجد بن جانی چاہئے جہاں کلمہ طیبہ اور عمل صالح کے ذریعے اللہ کی عبادت ہو رہی ہو۔

" وللّٰه المشرق والمغرب فاینما تولو فثم وجه اللّٰه ان اللّٰه واسعٌ علیم "

یعنی ''مشرق و مغرب اللہ ہی کے ہیں، جدھر منہ پھیرو گے ادھر ہی اللہ ہے۔ اللہ تعالیٰ وسیع و علیم ہے۔''

اللہ کی شریعت کا فیض عام ہے جو زندگی کے تمام پہلوؤں کو محیط ہے...... اس شریعت کی تاریخ انسانی ارتقا کے اصول کو بڑی وضاحت کے ساتھ تسلیم کرتی ہے...... کیونکہ اللہ وحدہٗ لاشریک کا مقرر کردہ دین ازل سے تا ابد ایک ہی ہے اور وہ اپنے اندر متعدد قانونی شکلیں اور صورتیں لئے ہوئے ہے جو احوال و اطوار اور زمان و مکان کے اختلاف کے ساتھ ساتھ متعدد و مختلف ہونے کی وسعت و صلاحیت رکھتے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی تدبیر کے مطابق جیسا کہ قرآن مجید بیان کرتا ہے، بادشاہ کا پیمانہ غلہ گم ہو گیا۔ برادران یوسف علیہ السلام سے سوال ہوا تو انہوں نے صاف انکار کیا اور فیصلہ دیا کہ چوری کی سزا کے طور پر چور کو مال مسروقہ کے مالک کے سپرد کیا جائے۔ ان کی شریعت میں تھا ہی یہی اور بعض کا کہنا ہے کہ یہ قانون شریعت ابراہیمی سے لیا گیا تھا۔

" قالوا فما جزاؤه ان کنتم کذبین "

Marfat.com

یعنی ''وہ بولے اگر تم جھوٹے نکلے تو اس کی سزا کیا ہوگی؟

" قالوا جزاؤه من وجد فی رحله فهو جزاؤه كذلك نجزی الظالمین "

یعنی ''انہوں نے کہا کہ جس کے سامان میں پیمانہ پایا گیا تو اس کی وہی سزا ہے اس طرح ہم ظلم کرنے والوں کو سزا دیتے ہیں۔''

شریعت یہود کے بارے میں آپ پڑھیں گے کہ اس میں حرمت کے بعض ایسے احکام بھی ہیں جو گناہ کی سزا کے طور پر صادر ہوئے یا اطاعت و تعبد میں مبالغہ کے طور پر جاری ہوئے۔ان میں حرام کردہ اشیاء سے کوئی موضوعی سبب پیش نظر نہیں تھا مثلاً

''یعنی یہود کے ظلم و تعدی کے باعث ہم نے ان پر وہ طیبات بھی حرام کر دیں جو پہلے حلال تھیں نیز بہت زیادہ راہ خدا سے باز رکھنے کے سبب بھی...... یہودیوں پر ہم نے ہر ناخنوں والا جانور حرام کر دیا تھا اور گائے بکری کی چربی بھی ان پر حرام تھی مگر وہ جو ان کی کمروں پر ہو یا ان کی انتڑیوں پر لگی ہو یا ہڈی کے ساتھ ملی ہوئی ہو...... یہ سزا ہم نے انہیں ان کی سرکشی پر دی تھی اور ہم یقیناً سچے ہیں...... کھانے کی سب چیزیں بنی اسرائیل کے لئے حلال تھیں قبل اس کے کہ تورات نازل کی جائے، سوائے اس کے جو اسرائیل نے خود اپنے آپ پر حرام کر لیا تھا۔''

اسی طرح آپ توبہ کا ایک ہیبت ناک طریقہ بھی مطالعہ کریں جو اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی شریعت میں مقرر کیا تھا۔

میری قوم! تم نے بچھڑا بنا کر اپنے آپ پر ظلم کیا ہے۔اپنے پروردگار سے توبہ کرو، بس خود کو قتل کر دو...... یہی تمہارے پروردگار کے نزدیک تمہارے لئے سب سے بہتر ہے پس اللہ نے ان کی توبہ قبول کر لی۔بلاشبہ وہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔''

پھر اسلام کی آمد آمد ہے...... اب حلت و حرمت خالص موضوع اسباب کی بناء پر ہوگی۔

یعنی ''اور وہ جو رسول نبی امی کی پیروی کرتے ہیں (وہی اہل ایمان ہیں) وہ رسول جسے وہ اپنے ہاں تورات و انجیل میں مذکور پاتے ہیں۔وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا اور بری باتوں سے منع کرے گا، ستھری چیزیں ان پر حلال کرے گا اور ناپاک چیزیں حرام کرے گا۔ان سے ان کا بوجھ اتارے گا اور وہ

Marfat.com

طوق بھی جوان پر تھے۔"

قرآن کریم واضح طور پر بیان کرتا ہے کہ انسانی ارتقاء کو پیش نظر رکھتے ہوئے شرائع سماویہ میں تدریج کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

"اور ہم نے حق کے ساتھ تجھ پر کتاب نازل کی۔ وہ اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے جو اس کے سامنے موجود ہے اور اس پر محافظ و نگران ہے۔ پس تو ان کے درمیان اس کے مطابق فیصلے کر جو اللہ نے نازل کیا ہے اور جو کچھ حق تیرے پاس آچکا ہے، اس کے بارے میں ان کی خواہشات کی پیروی نہ کر۔ تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے شرع اور طریقہ زندگی بنا دیا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو تمہیں ایک ہی امت بنا دیتا مگر تمہیں آزمائش میں ڈالنا چاہتا ہے...... پس بھلائی کے کاموں کی طرف بڑھو۔ تم سب نے اللہ کی طرف لوٹنا ہے۔ وہی تمہیں اس چیز کے بارے میں بتائے گا جس میں تم اختلاف کرتے ہو۔"

قرآن مجید چونکہ اللہ کی آخری کتاب ہے اور اسلام پر ادیان سماویہ ختم ہو گئے ہیں، اس لئے حکمت الٰہی نے اس دین میں تطور و ارتقاء کے عناصر کو ودیعت کرنے کو فراموش نہیں کیا چنانچہ نصوص کی تفسیر، ان میں مطابقت پیدا کرنا، ان کی تاویل کرنا اور جہاں کوئی شرعی نص وارد نہیں ہوئی وہاں اجتہاد کی گنجائش رکھنا۔ یہ سب باتیں عقل انسانی کے سپرد ہیں۔ وہ عقل انسانی جو افکار کی رفتار اور معاشرتی حالات کے ارتقاء کے ساتھ ساتھ ترقی پذیر ہے۔

پرانے زمانے میں ہمارے مجتہد فقہا نے ان عظیم اصولوں کا استنباط کیا ہے جو شریعت اسلامی کی لچک اور صلاحیت پر دلالت کرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ انسانیت کی طویل عمر کے ساتھ ساتھ جب بھی اس شریعت کو نافذ العمل ہونے کا موقع ملے گا وہ آزمائش پر پوری اترے گی۔ استنباط کئے جانے والے ان اصولوں میں سے بعض یہ ہیں:

درء المفاسد مقدم علی جلب المصالح: یعنی مفاسد کا دور کرنا، منافع کے حصول پر مقدم ہے۔

یرتکب اخف الضررین لدفع اکبر ھما: یعنی دو نقصانات میں سے ہلکے نقصان کا ارتکاب کیا جائے تاکہ بڑے نقصان سے بچاؤ ہو سکے۔

الضرورات تبیح المحظورات: یعنی ضرورتیں ممنوع اشیاء کو بھی مباح بنا دیتی ہیں۔

Marfat.com

الحکم یدور مع علة وجوداً و عدماً: یعنی وجود اور عدم کے اعتبار سے حکم کا دارومدار علت پر ہے۔ علت موجود ہو تو حکم موجود اور علت معدوم ہو تو حکم بھی معدوم۔

تغیر الاحکام بتغیر الزمان ھو اختلاف عصر وزمان لاختلاف حجته و برھان: زمانے کے تغیر سے احکام میں تبدیلی کا مطلب ہے زمانے اور وقت کا اختلاف نہ کہ دلیل و برہان کا اختلاف۔

المعروف عرفا کالمشروط شرطاً: رواج میں مستحسن چیز بھی ایسے ہی ہے جیسے کوئی چیز شرط کے مطابق ہو......وغیرہ۔"

ان اصولوں کا سرچشمہ خود قرآن مجید ہے۔

" لا یکلف اللہ نفساً الا وسعھا لھا ما کسبت وعلیھا مااکتسبت"

"کہ اللہ تعالیٰ کسی شخص کو اس کی قدرت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ اس شخص کیلئے جو نیکی کی اس کی جزا اور جو برائی کمائی اس کی سزا ہے۔"

" وقد فصل لکم ما حرم علیکم الا ما اضطررتم الیه "

"جو کچھ اللہ نے تم پر حرام کیا ہے اس کی تفصیل تمہارے لئے بیان کر دی ہے، ہاں جس کے لئے تم مجبور کر دیئے گئے۔"

" فمن اضطر غیر باغ ولاعاد فلا اثم علیه "

"پس جو مجبور کر دیا گیا درانحالیکہ وہ خوشی سے یا حد سے بڑھ کر نہ ہو تو پھر اس پر کوئی گناہ نہیں۔"

اور یہی حال سنت نبوی کا ہے۔

" رفع عن امتی الخطاء والنسیان وما استکرھوا علیه "

"میری امت کے لوگوں پر خطا بھول چوک اور جس بات پر وہ مجبور کئے جائیں، سب معاف ہیں۔"

اسلام کا قانون جرائم......جو بظاہر سنگدلانہ اور سخت لگتا ہے......بھی کسی حد تک ان سزاؤں کو منجمد بنا دیتا ہے جو سابقہ دینی قوانین میں مروج تھیں۔ اسلامی قانون ان سزاؤں کو ایک قسم کی دھمکی

Marfat.com

آمیز ڈانٹ ڈپٹ میں بدل دیتا ہے کیونکہ اس میں کچھ ایسی شرائط اور ارکان ہیں جن کا اکٹھا ہو کر واقع ہونا بہت مشکل ہے۔ اگر ایک کمزور ترین رخنہ بھی شبہ کے نتیجہ میں دکھائی دے جائے تو مقررہ سزا ساقط ہو جائے گی تا کہ اس کی جگہ کوئی اور سزا لے لے جس کا تعلق اجتہاد سے ہو اور تعزیرات کے دائرے میں آتی ہو۔

"جہاں تک ہو سکے مسلمانوں سے سزائیں اٹھالیا کرو۔" اگر کسی مسلمان کے لئے تم کو بچ نکلنے کی صورت نظر آ جائے تو اسے نجات پالینے دو، اس لئے کہ حاکم وقت کا معاف کر دینے میں غلطی کرنا سزا دینے میں غلطی کرنے سے کہیں بہتر ہے۔

فقہ اسلامی کی تحریک رکنے کے بعد سے انسانیت اپنی زندگی کے مختلف مراحل میں جس قانونی اور فلسفیانہ ارتقاء سے گزری ہے وہ اسلامی قانون کے اس نقطہ ہدایت کی نہ صرف تائید کرتا ہے بلکہ اسے آگے بڑھاتا اور نئی نئی زرخیز تجزیاتی صورتیں بھی فراہم کرتا ہے۔ آج کی دنیا میں دین کے لئے معاشرتی، نفسیاتی، دستوری اور قانونی تحقیقات بھی معاونت مہیا کرتی ہیں۔ یہ معلومات و تحقیقات اسلامی عدل کے قیام میں مدد دے سکتی ہیں جو جزیرہ عرب کی فطری سادہ فضا اور ماحول میں ہمارے بزرگوں کو میسر نہ تھیں بلکہ ہمارے اسلاف کے دوسرے ماحول اور فضا میں بھی انہیں یہ میسر نہ آسکی تھیں۔ بس قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں کے بعض تجربات ہی میسر آسکے تھے۔

تو یہ ہے وہ دین...... جو عقل و ضمیر کو زندگی بخشتا ہے۔ پھر انسانی قوتوں کو مطلقاً آزاد چھوڑ دیتا ہے تا کہ وہ اپنا کام کر سکیں اور فطرت کی قوتیں تو انسان کے لئے پہلے ہی مسخر کر دی گئی ہیں۔

ترجمہ: "پس جب نماز ختم ہو جائے تو زمین میں پھیل جایا کرو۔ اللہ کا فضل اور نعمت تلاش کیا کرو اور اللہ کو بہت یاد کیا کرو تا کہ تم کامیاب ہو سکو۔ اللہ وہی ہستی ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے ہموار بنا دیا ہے۔ سو اس کے گوشوں میں چلو پھرو۔ اللہ کی نعمتیں کھاؤ اور اسی کے سامنے سب نے اکٹھا ہونا ہے۔"

یہ دین تو نفوس انسانی میں خضوع و خشوع کی عادتوں کو اس قدر بلند کر دیتا ہے کہ ان سے انسانی ہوا و ہوس کی اطاعت کے لئے کام نہ لیا جا سکے۔ یہ دین انسانیت کو شکستگی و کمزوری اور گھمنڈ میں مبتلا ہونے والی قوت سے بھی محفوظ کر دیتا ہے کیونکہ وہ انہیں عقیدے کی پختہ رسی کے بندھن سے کس دیتا

Marfat.com

ہے۔اب یہاں نہ تو مایوسی ہے اور نہ اترانا۔

ترجمہ: ''تا کہ تم مافات پر غمگین نہ ہو اور جو اس نے دے دیا ہے اس پر خوشی سے اتراؤ بھی نہیں۔''

یہ دین تو خوف و امید کے تمام انسانی احساسات کو ایک ایسی ہستی کی طرف پھیر دیتا ہے جو حق کے بغیر اس قوت کے باعث اکڑفوں نہیں دکھاتا کیونکہ وہ تو تمام جہانوں سے بے نیاز ہے۔

دین اسلام...... جیسا کہ اسے اس نے اپنے بندوں کے لئے پسند کیا ہے ایک ایسا سرچشمہ ہے جو کبھی ختم ہونے والا نہیں اور ایک ایسا منبع ہے جو کبھی خشک نہیں ہوتا۔ اسلام تو ایک مثبت قسم کی راہداری اور محافظ ہے جو زندگی کی منفی قوتوں کا مقابلہ کرتا ہے اور انگیختوں سے زندگی کو بچاتا ہے جو کسی نقص یا کمی کی تلافی اور شخصیت کے بحران کی تشفی کے لئے اٹھ کر زندگی کا خاتمہ کرنا چاہتی ہیں۔

" الذین آمنوا و تطمئن قلوبھم بذکر اللّٰہ الا بذکر اللّٰہ تطمئن القلوب "

''وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دل مطمئن ہیں۔ ہاں اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوتا ہے۔''

دین اسلام کو اگر لوگ اس طرح سیکھیں جس طرح وہ نازل ہوا ہے تو پھر وہ سب سے پہلے عقیدے سے آغاز کریں گے کیونکہ یہی عقیدہ اصل بنیاد ہے۔ اگر وہ اسے قبول کرلیں تو پھر وہ شعائر کی ادائیگی سے فائدہ بھی اٹھا سکیں گے اور قوانین و آداب کے عادی و مطیع بھی بن جائیں گے۔ یہ عقیدہ ہی ہے جو جذبہ و وجدان کی جڑوں میں فکر روح اور رویہ و سلوک کے اخلاق کی تعمیر کرتا ہے اور اسلام میں تو عقیدے کا آغاز ہی علم و معرفت سے ہوتا ہے۔

" اقرا باسم ربک الذی خلق ...... اقرا و ربک الاکرم الذی علم بالقلم ٥ علم الانسان مالم یعلم٥

''پڑھ اپنے اس رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ پڑھ کہ تیرا رب وہ برگزیدہ ہستی ہے جس نے قلم کے ساتھ تعلیم دی، انسان کو وہ کچھ سکھایا جو اسے معلوم نہ تھا۔''

''کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ بادلوں کو منتشر کرتا ہے پھر انہیں اکٹھا کرتا ہے پھر انہیں ڈھیر کی شکل میں کر دیتا ہے۔ پھر تمہیں اس کے اندر سے بارش نکلتی ہوئی نظر آئے گی...... اللہ تعالیٰ آسمان سے پہاڑ

Marfat.com

سے بادل اتارتا ہے جن میں ٹھنڈک ہوتی ہے۔ یہ بادل جن پر چاہے نازل کرتا ہے اور جن سے چاہے ہٹا دیتا ہے۔ قریب ہے کہ اس کی بجلی کی چمک نگاہوں کو اچک لے...... اللہ تعالیٰ دن رات کو الٹ پلٹ کرتا ہے۔ اس میں یقیناً اہل بصیرت کے لئے عبرت ہے...... اور اللہ نے ہر جانور کو پانی سے پیدا کیا ہے۔ ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں جو پیٹ کے بل چلتے ہیں کچھ دو ٹانگوں کے بل اور کچھ چار ٹانگوں کے بل چلتے ہیں۔ اللہ جو چاہے پیدا کرتا ہے۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے پانی اتارا، پھر ہم نے اس کے ذریعے مختلف رنگ پھل پیدا کیے، پہاڑوں میں سے بھی بعض سفید اور سرخ مختلف رنگ کے ہیں۔ بالکل سیاہ بھی ہیں۔ انسان، جانور اور مویشی بھی مختلف رنگوں کے ہیں۔ اللہ سے اس کے عالم بندے ڈرتے ہیں۔''

مگر ہم جب دین سیکھتے ہیں یا سکھاتے ہیں تو وہاں سے شروع کرتے ہیں جہاں پر وحی الٰہی مکمل ہوئی تھی۔ ہم شعائر سے شروع کرتے ہیں جہاں پر فرضیت معراج کی رات تک ملتوی رہی تھی یا ہم ان آیات قوانین سے شروع کرتے ہیں جو ہجرت کے بعد ہی نازل ہوئی تھیں۔ چنانچہ نہ تو ہمارے افکار کو راہیں ملتی ہیں اور نہ اصول ہمارے دلوں کے ساتھ مناسبت پیدا کرتے ہیں۔ یوں ہمیں کئی دیواریں، شکلیں اور الفاظ آگے بڑھنے سے روکتے ہیں۔ یا تو یہ ہے کہ ہم انہیں فنا کر دیں اور اس کے ساتھ دین کو بھی فنا کر دیں اور یا پھر ذلت کے ساتھ ان کے اندر مقید ہو جائیں۔

ہمیں دین سے زندگی کی قوت متحرکہ حاصل کرنی چاہیئے اور پھر اس قوت کے ساتھ حقائق زندگی کے معرکے میں اترنا چاہیئے اور پھر بیسویں صدی کے افکار کے ذریعے ایک ایسا اسلامی تمدن پیدا کرنا چاہیئے جو اس بیسویں صدی ہی کے لئے ہو۔

''ان کے بہت سے اجتماعات میں سرگوشی میں کوئی بھلائی نہیں ہے مگر یہ کہ کوئی خیرات کا حکم دے یا نیکی کا یا لوگوں کے درمیان صلح کرانے کا...... اور جس نے اللہ کی رضا کے لئے ایسا کیا تو اسے ہم بہت بڑا اجر دیں گے۔''

Marfat.com

دین عمل کا ضابطۂ حیات

اگر یہ بات درست ہے کہ واقعیت وحقیقت کے مقابلے میں ایک مثالیت یا آئیڈیلزم بھی موجود ہے تو پھر یہ مثالیت یا آئیڈیلزم دین عمل سے کوئی رشتہ نہیں رکھتا۔

بات یہ ہے کہ دین عمل کا خالق انسان اور جہان دنیا کا خالق بھی ہے اس لئے یہ ناممکنات و محالات میں سے ہے کہ اللہ کا دین عمل اس کے پیدا کئے ہوئے انسان اور جہان دنیا کے ساتھ مقابل و متصادم ہو۔

"فاقم وجهک للدّين حنيفا فطرة اللّٰه التی فطر الناس عليها لا تبديل لخلق اللّٰه ذلک الدين القيم ولکن اکثر الناس لا يعلمون "

"آپ سیدھے طریقے سے دین حنیف کی پیروی کیجئے جو اللہ کی بنائی ہوئی اس فطرت پر مبنی ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ اللہ کی تخلیق میں کوئی تبدیلی نہیں۔ یہی تو دین عمل اور دین قیم ہے مگر اکثر لوگ نہیں جانتے۔"

دین عمل کی مثالیت بھی ہر حال میں واقعیت عملی کا رنگ لئے ہوتی ہے۔ دین عمل کے لئے حکمت الٰہی نے جو نقطۂ آغاز منتخب کیا ہے وہ بھی ایک زندہ واسطہ ہے جس کے ذریعے پیغام ربانی زمین پر نازل ہوتا ہے۔ یہ واسطہ ایک "انسان" کا ہے جس میں تمام کے تمام بشری خصائص موجود ہیں! یہ "زندہ واسطہ" وحی ربانی کو پورے طور پر محفوظ کر لیتا ہے اور ایک حرف بھی ضائع نہیں ہوتا۔ پھر وہ اسے دوسرے لوگوں تک بلا کم وکاست پہنچا دیتا ہے۔ یہی وحی ربانی ایک صورت واقعیہ کا روپ دھار لیتی

Marfat.com

ہے جو ہدایت واحکام الٰہی کی تعبیر واظہار کا کام کرتی ہے! یہی وحی ربانی اخلاق واعمال کی کتاب کی شکل میں انسانیت کے لئے رہنما بن جاتی ہے! ایک ایسی کتاب جسے ایک اَن پڑھ پڑھتا ہے اور پھر اس اَن پڑھ سے ایسے لوگ اخذ کرتے ہیں جو پڑھنا لکھنا نہیں جانتے اور پھر ان سے وہ لوگ اخذ کرتے ہیں جو اس کتاب کی زبان بھی نہیں بولتے اور سمجھتے۔

دین عمل کی کتاب ہدایت کا جوزندہ واسطہ ہے، وہ یہ اعلان کرتا ہے:

" قل انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الی انما الھکم الہ واحد "

"اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آپ انہیں بتادیجئے کہ میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں، بس میری طرف وحی ربانی آتی ہے کہ تمہارا معبود صرف ایک ہی ہے۔"

اللہ تعالیٰ ہر ایک انسان سے براہ راست مخاطب نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ بات عملی طور پر مشکل ہے اور عام انسانی صلاحیت بھی اس نور وتجلی ربانی کی متحمل نہیں۔

" فلما تجلی ربہ للجبل جعلہ دکا و خر موسیٰ صعقا "

"اور جب موسیٰ کلیم اللہ کے پروردگار نے پہاڑ پر تجلی کا نور ڈالا تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰ بے ہوش ہوکر گر پڑے۔"

اللہ تعالیٰ منصب رسالت کے لئے فرشتے ہی نہیں ارسال کرتا کیونکہ فرشتے کی صفت ملائکیت انسانی فطرت کے مطابق نہیں ہوتی۔

" وقالوا لولا انزل علیہ ملک ولو انزلنا ملکا لقضی الا مرثم لا ینظرون "

"وہ کہنے لگے کاش اس پر کوئی فرشتہ نازل ہوجاتا اور اگر ہم فرشتہ نازل کردیتے تو معاملے کا فیصلہ ہی ہوجاتا اور پھر انہیں مہلت بھی نہ دی جاتی۔"

" ولو جعلنا ملکا لجعلناہ رجلا وللبسنا علیھم مایلبسون "

"اگر ہم فرشتے کو بھی رسول بناتے تو پھر وہ بھی آدمی ہی بنانا پڑتا اور انہیں بھی وہی پہنایا جاتا جو وہ پہنتے ہیں۔"

Marfat.com

" وما منع الناس ان یؤمنوا اذ جاء ھم الھدیٰ الا ان قالوا بعث اللہ بشرا رسولا "

"لوگوں کو کس چیز نے ایمان لانے سے روکا۔ جب ان کے پاس ہدایت آئی اور وہ کہنے لگے کیا اللہ نے ایک بشر کو رسول بنا کر بھیج دیا ہے۔؟"

" قل لو کان فی الارض ملا ئکۃ یمشون مطمئنین لنزلنا علیھم من السماء ملکا رسولا "

"آپ ان سے کہہ دیجئے کہ اگر فرشتے روئے زمین پر اطمینان سے چل پھر رہے ہوتے تو ہم ان کے لئے آسمان سے کوئی فرشتہ ہی زمینی رسول بنا کر اتار دیتے۔"

مگر اللہ تعالیٰ بشر کو ہی رسول بنا کر بھیجتا رہا ہے۔ وہ کسی بندے کو چنتا اور منتخب کرتا تھا، اسے بناتا تھا، اپنی نظر کی نگرانی میں سنوارتا تھا، اسے حسن ادب سکھاتا تھا، پھر اسے لوگوں کیلئے رسول بنا کر بھیج دیتا تھا اور یہ بندہ خدا وحی الٰہی کی طرف رسول بن کر آتا تھا۔ وہ ان کے درمیان زندگی بسر کرتا تھا۔ وہ اس سے مانوس ہوتے تھے، سکون پاتے تھے اور اس سے پیغام ربانی سیکھتے تھے۔ اللہ کا ارشاد برحق ہے:

"اور کہنے لگے ہم تجھ پر ایمان نہیں لائیں گے یہاں تک کہ تو ہمارے لئے اس زمین سے چشمہ بہادے یا تیرا کھجور یا انگور کا باغ ہو، پھر تو اس میں خوب نہریں بہا نکالے یا تو آسمان کو جیسے کہا کرتا ہے ٹکڑے ٹکڑے کر کے ہم پر گرادے یا تو اللہ اور فرشتوں کو سامنے لے آئے یا تیرا سونے کا گھر ہو یا تو آسمان میں چڑھ جائے اور ہم تیرے چڑھنے کو بھی نہیں مانیں گے جب تک کہ تو ہم پر کتاب نہ اتارے جسے ہم پڑھ لیں۔ آپ کہہ دیجئے میرا رب پاک ہے میں تو صرف ایک بشر رسول ہوں"

(بنی اسرائیل 93تا19)

اور کہنے لگے یہ کیسا رسول ہے؟ کھانا کھاتا ہے اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے کیوں اس کی طرف فرشتہ نہ اتارا گیا جو اس کے ساتھ ہو کر ڈرانے والا ہوتا یا اس کی طرف خزانہ بھیجا جاتا، یا اس کا باغ

Marfat.com

ہوتا جس سے وہ کھاتا۔ اور ظالم کہتے ہیں تم تو ایک سحر زدہ آدمی کی پیروی کرتے ہو، دیکھئے تو یہ آپ کے لئے کیسی مثالیں بیان کرتے ہیں۔ یہ گمراہ ہو گئے ہیں، یہ اب راستہ نہیں پا سکتے۔ (الفرقان 7 تا 9)

"اور ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجے مگر وہ بلاشبہ کھاتے پیتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے اور ہم نے تم میں سے بعض کو بعض کے لئے آزمائش کا ذریعہ بنایا ہے تو کیا تم صبر کرو گے؟ اور تیرا رب تو دیکھنے والا ہے اور جو لوگ ہماری ملاقات کی امید نہیں رکھتے وہ کہتے ہیں کیوں ہم پر فرشتے نہیں اتارے جاتے یا کیوں ہم اپنے رب کو نہیں دیکھتے؟ انہوں نے اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھا ہے اور بڑی بھاری سرکشی اختیار کی۔" (الفرقان 20 تا 21)

یہاں یہ سوال اٹھایا جا سکتا ہے کہ لوگ خود ہی تو مقام نبوت سے ایک غیر بشری فطرت کا تقاضا کر رہے تھے تو کیا ان کا تقاضا پورا کرنے کے لئے ایک غیر بشر رسول بھیج کر ان کی واقعی خواہش کی تکمیل اور ان کی حجت بازی کا ابطال نہیں ہو جاتا تھا؟ اور اس کا جواب ہے نہیں! کیونکہ حقیقت واقعی یہاں ان کی خواہش و تقاضا نہیں بلکہ وہ صلاحیت ہے جو بشری فطرت میں حکمت الٰہی کے تقاضے کے طور پر پائی جاتی ہے۔ یہ تقاضے اور خواہشات تو عام بشریت کے لئے موزوں ہیں اور نہ ممکن! ہو سکتا تھا یہ ہیبت ناک صورت حال بعض انسانوں کی آنکھوں کو چکا چوند کر دیتی مگر یہ کوئی معتدلانہ اور متوازن صورتحال نہیں تھی جس پر سب انسان متفق ہو سکتے۔ ہو سکتا ہے یہ تکمیل تقاضا اس نسل کی تسکین کا باعث تو ہو جاتی جو اس وقت محسوس مشاہدہ کر لیتی مگر باقی آئندہ نسلوں کا کیا بنتا؟

پھر اس بات کی کیا ضمانت ہے کہ جو عقل کی فرماں روائی کو معطل دیکھنا چاہتے ہیں، معجزہ دیکھنے کے بعد سر تسلیم خم کر سکیں گے! یہی تو ہیں وہ لوگ جن کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

" ولو فتحنا علیهم باباً من السماء فظلوا فیه یعرجون لقالوا انما سکرت ابصارنا بل نحن قوم مسحورون "

"اگر ہم ان کے سامنے آسمان کا دروازہ کھول دیں اور وہ اس میں اوپر کو چڑھتے جائیں تو یہی لوگ کہہ دیں گے ہماری تو آنکھیں بند ہو گئی تھیں بلکہ ہم پر تو جادو کر دیا گیا تھا۔ تو گویا ان لوگوں کا مسئلہ حجت یا دلیل کا مسئلہ کی صورت میں بھی

Marfat.com

نہیں تھا۔"

" قد نعلم انه ليحزنک الذی يقولون انهم لايكذبونک ولكن الظالمين بايات الله يجحدون وجحدوابها و استيقنتها انفسهم ظلما وعلو"

"ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کا کہنا تجھے بہت غم زدہ کرتا ہے، یہ تجھے نہیں جھٹلاتے بلکہ یہ ظالم تو اللہ کی آیات کا انکار کرتے ہیں۔انہوں نے ان آیات کا انکار کیا اوران کے نفسوں نے انہیں ظلم وسرکشی کے سبب نہ مانا۔"

اس قسم کے پیغام ربانی کے لئے کتاب بھی ہوا کرتی ہے جس میں دین کے اصولوں اور امتیازی نشانات کی جامع منصوبہ بندی کا اندراج ہوتا ہے۔تمام ادیان میں یہ کتاب واقعیت پسند کتاب کی حیثیت سے کارفرما ہی ہے کیونکہ اس میں ارتقاء کا سلسلہ ملحوظ رہا ہے۔

" لكل اجل كتاب يمحوا الله مايشاء ويثبت وعنده ام الكتاب"

"ہر مدت کے لئے ایک کتاب ہے۔اللہ جو چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جو چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے۔اس کے پاس ہی کتاب کا علم ہے۔"

" لكل جعلنا منكم شرعة ومنهاجا ولو شاء الله لجعلكم امة واحدة ولكن ليبلوكم فيما آتاكم"

"تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے ایک شریعت اور طریقہ بنادیا ہے اگر اللہ چاہتا تو تمہیں ایک ہی امت بنا دیتا مگر وہ اس چیز کے بارے میں تمہاری آزمائش کرنا چاہتا ہے جو اس نے تمہیں دی ہے۔"

اللہ کے بھیجے ہوئے پیغامات میں سے آخری اور مکمل ترین رسالت جب دنیا میں ظہور پذیر ہوئی تو اس کی اساس بھی کتاب ہی تھی ۔انسانیت کا ذہن پختہ ہوگیا تھا اور ذہن کی فکری قوتوں میں یہ صلاحیت پیدا ہوگئی کہ وہ احکام الٰہی کو قبول کرسکیں اور فکر وعقل کی روشنی کا ساتھ دے سکیں۔تاریخ انسانی کے اس تکمیلی مرحلے میں جو غیر فانی کتاب نازل ہوئی اسے دائمی اور غیر فانی وغیر متبدل معجزے کی

Marfat.com

حیثیت حاصل ہوگئی اور اس کتاب کے بارے میں اللہ کا ارشاد ہوا:

" انا نحن نزلنا الذکر و انا لہٗ لحافظون "

''اس کتاب ذکر کو نازل بھی ہم نے کیا ہے اور اس کی حفاظت بھی ہم ہی کریں گے۔''

استاد عزت دروزہ ''سیرۃ الرسول'' میں لکھتے ہیں۔'' اللہ کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ خوارق کو ہمارے رسول سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کے ستون و سہارے نہ بنایا جائے۔ آپ کی رسالت کی صحت اور دعوت کی صداقت کے بارے میں نئے اسلوب و انداز میں ایک ایسی دلیل و برہان قائم کی گئی ہے جو انسانیت کو کائنات اور اس کی خیرہ کن نشانیوں کے بارے میں سوچنے اور غور کرنے کی دعوت دیتی ہے۔ یہی نشانیاں اللہ تعالیٰ کے وجود، اس کی قدرت واسعہ، توحید اور عبادت و پرستش کا صرف اسی کے لئے ہونا بھی ثابت کرتی ہیں۔ یہی نشانیاں شرک و بت پرستی اور بے سروپا خرافاتی و بے اصل عقائد کے بطلان پر بھی دلالت کرتی ہیں کیونکہ یہ سب باتیں اس صاف ستھرے اور سیدھے سادے عقیدے سے متصادم اور متعارض ہیں۔ کائنات کی یہی محیر العقول نشانیاں ہیں جن کی طرف متوجہ کرتے ہوئے کتاب مبین کا اسلوب دلپذیر عقل و قلب سے مخاطب ہوتا ہے اور فضائل کی ترغیب کیساتھ ساتھ رذائل سے نفرت بھی کراتا ہے۔ یہی اسلوب معجزہ ہے جو حیات اخروی کے بارے میں قدرت ربانی اور اس زندگی میں حق و انصاف کے تصور کو واضح طور پر پیش کرتا ہے۔ اس میں یہ بات بھی ملحوظ رہی ہے کہ اللہ کے وجود، اس کے استحقاق عبادت، توحید اور تمام اوصاف کاملہ سے متصف ہونے کو ثابت کرنے والی دعوت جس میں فضائل و اخلاق بلند کو لازم اور فواحش و رذائل سے اجتناب کو فرض قرار دیا گیا ہے۔ اسے خارق عادت معجزات کی حاجت نہیں اور نہ ایسی باتوں کا اس سے کوئی واسطہ یا تعلق ہے۔''

مذکورہ بالا تصریح میں رسالت محمدیہ کی امتیازی خوبی کے ساتھ ساتھ اس کے دوام و خلود اور وسعت و عمومیت کی بھی وضاحت ہے۔ گذشتہ انبیائے کرام کے خوارق عادت معجزات ایسے حادثات کی حیثیت رکھتے ہیں جو وقوع پذیر ہونے کے بعد ختم ہوگئے۔ قرآنی دعوت کا اسلوب بیان جو انبیاء

Marfat.com

نے اقتصادی عہد کے انسان کا نام دیا ہے اور نئے دور پر معاشرتی انسان کے عہد کا اطلاق کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان دو عہدوں کے درمیان شدید فرق کا واضح ترین مظہر ہے۔ اہمیت کے مرکز کا بدل جانا حالانکہ یہ دونوں عہد دراصل ایک ہی پود اور نسل پر مشتمل ہیں۔

چنانچہ پہلی عالمی جنگ سے قبل مغربی تہذیب اپنی عظیم ترین اقتصادی ترقی کے باوصف صرف عناصر فطرت پر تکنیکی وسائل پر حکومت کرنے کو اپنا مطمح نظر خیال کرتی تھی۔ اقتصادی فوائد حاصل کرنے کی مشکلات کو حل کرنے میں منہمک ہونے اور دولت کے انبار لگانے میں مشغول رہنے کے باعث انسانیت کے مسائل اور مشکلات سے اسے قطعاً کوئی سروکار نہ تھا۔ اس کے برعکس جنگ کے بعد سرمایہ پرست مغرب اور اشتراکی مشرق میں ہر جگہ تمام تر توجہ انسان کی حیوانی اور بشری خصوصیات پر مرتکز ہوگئی اور یوں اقتصادی مسائل کے حل پر انسان کے مسائل کو ترجیح حاصل ہوگئی۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ معاشرتی عہد میں اقتصادی مسائل کی اہمیت کم ہو جائے گی اور وہ ثانوی حیثیت اختیار کرلیں گے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کا رخ انسان کی بھلائی کی طرف موڑ دیا جائے گا۔ اس نئی روح کے مظاہر میں سے ایک مظہر خوراک کی وہ کانفرنس تھی جس کی دعوت اقوام متحدہ نے دی تھی اور جو 1943ء میں ہاٹ سپرنگز (Hot springs) میں منعقد ہوئی۔ چوالیس ملکوں کے ماہرین اس میں شریک ہوئے اور اپنے اپنے ملکوں میں خوراک کی صورت حال کے بارے میں انہوں نے دوٹوک بیان دیئے۔ ضروریات کی کفالت کے لئے ضروری منصوبے تیار ہوئے۔ یہ تجویز ہوئی کہ روئے زمین پر قلت خوراک اور بھوک کے گوشے جو "سیاہ خطے" کہلاتے ہیں، ان کا ازالہ کیا جائے یا کم سے کم ان میں تخفیف کی جائے۔ حقیقت یہ ہے کہ مسئلہ کا اصل سبب قلت پیداوار ہرگز نہیں بلکہ اس کا اصل سبب تقسیم ہے۔ "فرانک بودرو" نے ذکر کیا ہے کہ ہم خوراک کی تقسیم کی نسبت اس کی پیداوار میں زیادہ کامیاب رہے ہیں۔

اور آپ دیکھ چکے ہیں کہ دین عمل منصفانہ تقسیم اور پیداواری ترقی پر زیادہ زور دیتا ہے۔ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے:

"ہم میں سے جو کسی کام پر لگے اور اس کا گھر نہ ہو تو گھر بنائے،

Marfat.com

بیوی نہ ہو تو شادی کرے، نوکر نہ ہو تو نوکر رکھے، سواری کا جانور نہ ہو تو جانور خریدے"

انسانی عظمت و کرامت کو برقرار رکھنے کے لئے یہ ضروریات پوری ہونا بنیادی اور لازمی بات ہے یہی انسانی عظمت و کرامت ہے جسے آیت قرآنی بڑے تقدس و اہمیت کے ساتھ بیان کرتی ہے۔

" ولقد کرمنا بنی آدم وحملنا هم فی البر والبحر ورزقناهم من الطیبات وفضلنا هم علیٰ کثیر ممن خلقنا تفضیلاً"

"اور ہم نے یقیناً بنی آدم کو بزرگی و عزت دی اور ہم نے انہیں خشکی اور تری میں سواری دی اور ان کو اچھی چیزوں کا رزق دیا اور ہم نے انہیں بہتوں پر جنہیں ہم نے پیدا کیا ہے بڑی فضیلت دی ہے۔" (70:17)

امام ابن حزم ظاہری نے پانچویں صدی ہجری میں لکھا تھا: "ہر شہر کے اغنیاء کا فرض ہے کہ وہ اپنے شہر کے غرباء کا خیال رکھیں، اگر زکوٰۃ سے ضرورتیں پوری نہ ہو سکیں تو حکومت وقت انہیں مزید خرچ کرنے پر مجبور کرے اور مسلمانوں کے بیت المال سے بھی ان کی ضروریات پوری کی جائیں گی مثلاً کھانے کے لئے لازمی خوراک، پہننے کے لئے لباس، جو سردی گرمی میں کفایت کرے اور گھر جو انہیں بارش، گرمی دھوپ اور آنے جانے والوں کی نظروں سے محفوظ رکھ سکیں۔"

امام ابن حزم ریاست کے لئے یہ لازمی قرار دیتے ہیں کہ وہ افراد کی معاشرتی ضروریات کی نگہداشت کرے۔ وہ معاشرتی معیار کے لئے کم سے کم حد بھی مقرر کرتے ہیں۔ اغنیاء کے لئے غربا کا خیال رکھنا صرف یہی نہیں ہوگا کہ خاک آلود گلا سڑا لقمہ ان کے منہ میں پھینک دیں۔ نہیں نہیں! وہ تو غذا، لباس اور مکان کا نام لیتے ہیں۔ غذا سے مراد وہ خوراک ہے جو لازمی ہے۔ یہ ماہرین خوراک کا کام ہے کہ وہ اس قول کی تشریح کس طرح کرتے ہیں۔ وہ تشریح جو جدید سائنس کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ وہ غذا جسے سائنس ایک آدمی کے لئے لازمی قرار دیتی ہے، مثلاً مقدار حرارات، غذائی قیمت، پروٹین اور روغنیات کا مہیا ہونا، معدنیات اور وٹامن کی خاص مقدار کا پایا جانا اور سردی گرمی کے لباس کے لئے اندرونی اور بیرونی اجزائے لباس، گھر اور گھر سے باہر پہننے جانے والے کپڑے سب شامل ہیں۔ اسی

Marfat.com

طرح مکان بھی مضبوط اور پائیدار ہونا چاہئے۔اسے آندھی اڑا کر نہ لے جائے،دیوار کے سوراخوں سے ریت اور سنگریزے نہ گرتے رہیں اور لوگوں کی نظریں بھی نہ جھانک سکیں۔

ہر فرد کے لئے اس معیار کا مہیا ہونا پیداوار میں اضافے کا تقاضا کرتا ہے۔اسی طرح پیداوار میں اضافے کا تقاضا بھی یہ ہے کہ انسانی صلاحیت کو اس کی لازمی ضروریات حسب اہلیت مہیا ہوتی رہیں

عادلانہ تقسیم کا ایک تقاضا اور ضروری ضابطہ تنظیم نسل بھی ہے۔بہت پہلے کی بات ہے،انگریز ماہر اقتصادیات تھامس رابرٹ مالتھس نے اٹھارہویں صدی عیسوی کے اواخر میں خبردار کیا تھا کہ زرعی اور غذائی وسائل کی کم سے کم مقدار کے مقابلے میں آبادی میں زبردست اضافے کا خطرہ ہے لیکن بایں ہمہ آبادی کا اضافہ کوئی مستقل اور الگ عامل نہیں جس کا معاشرتی اور اقتصادی حالات سے کوئی تعلق نہ ہو۔مالتھس کے اس نظریئے کی اشاعت کے تھوڑے عرصے کے بعد ظاہر ہونے لگا تھا کہ دنیا کی آبادی میں اضافہ اس کی پیش گوئیاں سچ ثابت کر رہا ہے۔مگر گذشتہ صدی کے خاتمہ سے قبل ہی اس اضافے کی رفتار میں کمی آ گئی۔مشہور ماہر خوراک ''جوزو یہ دی کاسترو'' اپنی کتاب (جغرافیہ الجوع'' بھوک کا جغرافیہ) میں ذکر کرتا ہے:

''طویل المدت بھوک کا اثر جنسی شعور وقوت حاسہ پر تڑپا دینے والی تیز بھوک کے اثر سے واضح طور پر مختلف ہوتا ہے۔یہ بات معلوم ہے کہ تڑپا دینے والی بھوک جنسی رغبت کو کم کر دیتی ہے جب کہ تجربے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ کسی خاص سبب سے غذا میں طویل المدت نقص اور کمی سے دوچار ہونے والے انسانی گروہوں میں جنسی رغبت بڑھ جاتی ہے۔اس لئے ظاہر ہے کہ یہ گروہ خوشحال لوگوں کی نسبت نسل بڑھانے میں زیادہ آگے ہوتے ہیں۔نسل بڑھانے کی صلاحیت میں یہ اضافہ طویل المدت تڑپا دینے والے بھوک میں مبتلا گروہوں میں ایک پیچیدہ عمل کے ذریعے ہوتا ہے جس میں کئی ایک نفسیاتی اور فزیالوجیکل عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔طویل المدت بھوک کا نفسیاتی اثر تو یہ ہوتا ہے کہ جنسی غریزی حرارت،بہت اہمیت اختیار کر کے خوراک کی رغبت کا معمولی حالات میں تصادم اور مقابلہ رہتا ہے،اسی لئے جب ایک رغبت کمزور ہوتی ہے،ردعمل کے طور پر دوسری قوت پذیر ہو جاتی ہے......اگر بھوک......خصوصاً وہ بھوک جو پروٹین اور بعض حیاتین کی کمی سے پیدا ہوتی ہے...... سے

Marfat.com

خوراک کی طلب طویل مدت کے لئے معدوم ہو جائے اور کھانے کو اہمیت دینے کی خواہش بھی معدوم ہو جائے تو انسان پر جنسی رغبت غالب آ جاتی ہے۔ جو محض طویل المدت بھوک میں مبتلا رہتا ہے اور جس کی قوت اشتہا کمزور ہو جائے اور خوراک کی کم سے کم مقدار پر اکتفا کرنے لگا ہو تو وہ غذائی غرائز کے بارے میں سوچنا چھوڑ دیتا ہے کیونکہ وہ کمزوری کا شکار ہو چکا ہوتا ہے۔ چنانچہ بیالوجیکل سرگرمیاں اور نفسیاتی اطمینان کا مرکز جنسی غریزہ (جمع، غرائز) قدرتی خواہش میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ بنا بریں ایک فطرتی احتیاج کی قوت اختیار کرنے سے دوسری فطرتی طلب کے نعم البدل کا سامان پیدا ہو جاتا ہے بعض معاشروں اور اقوام میں جنسی شہوات میں ڈوبنے کے رجحان کی وضاحت بھی ہو جاتی ہے کیونکہ وہاں طویل المدت غذائی نقص کا نعم البدل بھی جنسی شہوات رہ جاتی ہیں۔ علاوہ ازیں ان اقوام میں کثرت نسل کا رجحان بھی بھوک کے بعض مظاہر میں سے ایک ہے۔ قدیم زمانوں نے مویشی کے چرواہوں نے یہ مشاہدہ کیا ہے کہ ضرورت سے زیادہ موٹے اور مجرب جسم والے جانور بانجھ پن میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور جب ان کی خوراک کی مقدار کم ہو جائے تو ان کی خصوصیت (فرٹلٹی) واپس آ جاتی ہے۔ ایسے تجارب و مشاہدات کے اعداد و شمار موجود ہیں کہ جن سے خوراک اور خصوبت کا باہمی تعلق واضح ہوتا ہے ان سے یہ بھی عیاں ہوتا ہے کہ کس طرح خواک کی جزوی کمی کثرت نسل پر اثر انداز ہوتی ہے۔ بعض حیوانات میں پروٹین وغیرہ کی کمی سے ان کی قوت تولید اور افزائش نسل میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ "ڈاکٹر سالونیکر" کے چوہوں پر کئے گئے تجربات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے۔ اس نے چوہوں کے بعض گروہوں کو ایسی غذائیں دیں جن میں پروٹین کی مقدار متفاوت تھی۔ ڈاکٹر مذکور کا تجربہ یہ ہے کہ ان گروہوں کی چھ متواتر نسلوں کو متفاوت مقدار کی پروٹین والی غذائیں کھلائی گئیں۔ ان میں سے پانچ فیصد چوہے بانجھ پن کا شکار ہو گئے۔ جب پروٹین کی مقدار اٹھارہ سے بائیس فیصد تک بڑھائی گئی تو بانجھ پن میں مبتلا ہونے کی مقدار بھی بالترتیب بائیس سے چالیس فیصد تک پہنچ گئی۔"

اسی تجربے کی بنیاد پر "دی کاسترو" یہ نتیجہ اخذ کرتا ہے کہ دنیا کے مختلف گوشوں میں آبادی کا اژدھام بھوک کا سبب نہیں بلکہ اس کے برعکس بھوک کی کثرت آبادی میں اضافے کا سبب ہے۔ تحدید نسل یا خاندانی منصوبہ بندی سے چونکہ بھوک کا خاتمہ محال ہو گیا ہے اس لئے اب معاملے کو الٹ

Marfat.com

کرنا ہمارے لئے آسان ہوگا اور ہم یہ فیصلہ کریں گے کہ آبادی میں اضافے پر کنٹرول کی اصل صورت بھوک کا خاتمہ ہوگا؟ دنیا کے ڈیموگرافی وسائل کو بہتر بنا کر اور انسانی صحت کا معیار بلند کر کے غذائی پیداوار کو بڑھایا جاسکتا ہے۔"

علاوہ بریں دین عمل تنظیم خاندان کے تصور کا انکار بھی نہیں کرتا۔ چنانچہ صحیحین میں ہے کہ:
"ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں عزل کرتے تھے حالانکہ قرآن مجید کے نزول کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ صحیح مسلم میں ہے: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عہد میں عزل کرتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک یہ بات پہنچائی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں منع نہ فرمایا۔ اس کے علاوہ بھی صحیحین اور کتب صحاح میں روایات موجود ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عزل کا ذکر اپنے کان سے سنا مگر اسے ناپسند نہیں کیا۔ مسند احمد، سنن ابن ماجہ اور ابوداؤد کی حدیث ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ: آزاد عورت کی اجازت کے بغیر عزل نہ کیا جائے! اور یوں سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اصولی اقرار واثبات سے تنظیم کی طرف بڑھی۔ ابن القیم کہتے ہیں: یہ احادیث عزل کے جواز کے سلسلے میں صریح ہیں۔ اس سلسلے میں دس صحابہ سے اجازت بھی مروی ہے امام مالک، شافعی، اہل کوفہ اور جمہور اہل علم کا بھی یہی مسلک ہے۔"

اس طرح دین عمل انسان کی حفاظت و بھلائی کے لئے سرگرم عمل نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے کسی حرج کا ارادہ نہیں کرتا بلکہ تمہیں پاکیزہ بنانا اور تم پر اپنا انعام مکمل کرنا چاہتا ہے تاکہ تم شکر گزار ہوسکو۔

استہلاکی ضروریات (اشیاء صرف) کی عادلانہ تقسیم وتوزیع کا تقاضا ہے کہ انتاج و پیداوار کے وسائل میں بھی عادلانہ تقسیم کارفرما ہو۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک حدیث وارد ہوئی ہے جس نے ایک معرکہ آرا فقہی بحث اور جدل ومناظرہ کو جنم دیا ہے۔

"جس کسی کے پاس زمین ہو وہ اسے کاشت کرے یا اپنے بھائی کو بخش دے اور اگر وہ لینے سے انکار کرے تو اپنی زمین کو سنبھال رکھے۔"

اسی طرح زمین کو کرائے پر دینے کے بارے میں بھی نہی کی روایات وارد ہوئی ہیں۔ اسی بنا پر

Marfat.com

امام ابن حزم نے زمین کو اجرت یا کرائے پر دینے سے منع کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"اراضی کو اجرت پر دینا بالکل جائز نہیں، نہ کھیتی باڑی کے لئے نہ باغ کے لئے، نہ اس میں کوئی مکان بنانے کے لئے اور نہ کسی اور کام کے لئے، نہ چھوٹی مدت کے لئے نہ لمبی مدت کیلئے اور نہ ہی کسی مدت کو ذکر نہ کرے، نہ دینا و درہم کے عوض اور نہ کسی اور شے کے بدلے، جب کبھی یہ صورت واقع بھی ہوئی تو ہمیشہ کے لئے فسخ ہو جائے گی۔"

اس بات سے اس رائے کی تائید ہوتی ہے کہ جس کے مطابق زمین اس کی ہے جو اسے کاشت کرے اور جو کاشت ہی نہیں کرتا اسے زرعی زمین کا مالک نہیں رہنا چاہے۔ اس رائے کی صحت کی بہترین وضاحت انگریز ماہر اقتصادیات مل (Mill) کے ان الفاظ سے ہوتی ہے جو اس نے 1848ء میں کہے تھے: "وہ اسباب جن کی بنیاد پر ملکیت زمین کا جواز پیش کرتے ہیں وہ تبھی صحیح ہو سکتے ہیں جب زمین کا مالک اس کی دیکھ بھال کرتا ہو۔ ذاتی ملکیت کے سلسلے میں کوئی صحت مند نظریہ موجود نہیں جس میں یہ کہا گیا ہو کہ زمین کا مالک ایک ایسا افسر ہو جو بغیر کام کے تنخواہ لیتا رہے یا زمین پر کام کرنے والے مزدوروں کے لئے ایک بوجھل مہمان بن جائے۔"

یہی وجہ ہے کہ انسانی عظمت و کرامت کو داؤ پر لگا کر کوئی پیداواری ترقی ممکن نہیں۔ حقیقت میں ایسا کرنا تو پیداوار کے مقدس مقصد کے ساتھ غداری کے مترادف ہے اور اس غداری کا نتیجہ بالآخر اس پیداوار کے لئے گندا اور مہلک ثابت ہوگا۔

دین عمل کو یہ گوارا نہیں کہ سرزمین کی طیبات اور عمدہ رزق کی پیداوار کسی ایک طبقہ یا قوم کے لئے وقف ہو اور باقی تمام معاشرہ یا ساری دنیا مصیبت میں مبتلا رہے۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ جس طرح منفی اور مثبت کرنٹ بجلی کی تاروں میں رواں دواں رہتا ہے اسی طرح دولت کی گردش بھی مسلسل جاری رہے اور معاشرتی زندگی کے کرنٹ میں تعطل نہ پیدا ہو۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

"کی لا یکون دولۃ بین الاغنیاء منکم"

"تا کہ یہ دولت تمہارے دولت مندوں میں ہی نہ گردش کرتی رہے۔

دین عمل ایک جیسے مواقع اور باہمی منفعت کی بنیاد بین الاقوامی تعاون کی فضا

Marfat.com

قائم کرنا چاہتا ہے۔

"تلک الدار الاخرة نجعلها للذین لایریدون علوا فی الارض ولا فسادا والعاقبة للمتقین"

"وہ جو آخرت کا گھر ہے اسے ہم ان کے لئے بناتے ہیں جو سرزمین میں سرکشی اور فساد نہیں چاہتے، انجام تو متقین کے لئے ہی ہے۔"

یوں دین اسلام جاگیرداری اور استعمار سے حفاظت اور بچاؤ کی بنیاد رکھتا ہے اور یہی وہ اصول ہیں جن کی بنیاد پر پیداوار کی ہم آہنگی اور انسان کی عظمت وشرافت حقیقت کا روپ لے سکتی ہے۔ اسی طرح یہ دین عمل ایک فرد کی تمام تر صلاحیتوں اور قوتوں کے لئے اور انسانی معاشرے کے تمام افراد کے لئے مجموعی طور پر ہدایت ورحمت کا سرچشمہ قرار پاتا ہے تاکہ مجنونانہ کشمکش بے فائدہ اور بے مصرف خون کا قطرہ بہانے یا زندہ جان کو ختم کرنے اور مفید مواد کا ایک ذرہ ضائع کرنے کا باعث نہ بننے پائے۔ قوتوں کو سرکشی وعصیان کی حفاظت کے لئے سامان حرب تیار کرنے کے لئے صرف نہ کیا جائے بلکہ یہ تمام ساز وسامان حق کی بازیابی کے کام آسکے۔

تو اب!

اللہ نے تو انسان کے ساتھ کیا ہوا عہد پورا کر دیا ہے کہ وہ نہ تو بھوکا رہے گا اور نہ رائیگاں جائے گا...... رب العزت نے تو کائنات میں بے پناہ قوتیں اور صلاحیتیں ودیعت کر دی ہیں...... پھر ساتھ ہی انسان کے اندر بھی عظیم قوتیں اور صلاحیتیں ودیعت کی ہیں تاکہ یہ ہر دو قوتیں باہم روبعمل آئیں اور بہتر سے بہتر زندگی کے سامان میسر آسکیں۔

دین عمل، اللہ رب العزت کی ہدایات لے کر آیا جو عظمت انسان کی تقدیس، شریعت، عدل کی سربلندی اور عملی قوتوں کی آزادانہ کارفرمائی کا درس دیتی ہیں...... اب یہ انسان کا کام ہے کہ وہ بھی اٹھے اور مکافات عمل کے معرکے میں سرگرم عمل ہو جائے۔ انسان کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنی تمام تر قوتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے کائنات کی قوتوں کے ساتھ اشتراک عمل اور تعاون کرے۔

دین عمل کے لئے یہی کافی ہے کہ انسان راستے کے سنگ میل سے نور بصیرت حاصل کر سکے۔

Marfat.com

اپنے لئے بنیادی خطوط متعین کرے اور اپنے ضمیر کی ہدایت وحمایت سے ان قوتوں کو چھ نفسانی خواہشات کی غاروں میں دھکیلے جانے سے بچا سکے۔

دین عمل کی ان ہدایات کے بعد اب یہ صرف انسان کی ذمہ داری ہے کہ وہ علم وعمل کا بو سنبھالے اور ان ہدایات کے تفصیلی نفاذ کی تدابیر کرے...... تا کہ انسانیت بھوک کی غلامی سے نجات پا سکے۔ جس انسان کے ہاتھ میں کوئی دانہ، کوئی ٹہنی، کوئی جڑ یا کوئی پودا ہے وہ اسے زمین کی گود میں کاشت کر دے، اسے اس کار خیر کا ضرور اجر ملے گا...... اور جس کے ہاتھ میں ایک شمع ہے اسے یہ انسا قافلے کی راہ میں روشن کر دینی چاہئے۔ اسے بھی اس کا اجر ملے گا۔

دین عمل کے پیروکار کو یہ فرض منصبی ادا کر کے ہی دم لینا ہوگا خواہ دنیا کے خاتمے اور قیام قیامت منادی کرنے والے کتنے ہی بڑے ہنگامے کھڑے کرتے رہیں۔

" الم تر کیف ضرب اللّٰہ مثلا کلمة طیبة کشجرة طیبه اصلها ثابت و فرعها فی السماء تؤتی اکلها کل حینٍ م باذن ربها ویضرب الله الامثال للناس لعلهم یتذ کرون "

"کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اچھی بات کی مثال کیسے بیان کی ہے؟ جیسے ایک پاکیزہ درخت ہو، اس کی جڑ مضبوط ہے اور اس کی شاخیں آسمان میں پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ اپنے رب کے حکم سے اپنا پھل ہر موسم میں دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے لئے مثالیں بیان کرتا ہے تا کہ وہ نصیحت حاصل کریں۔"

(25:14)

Marfat.com

Marfat.com

جامعہ ملّیہ رسولیہ (برائے طالبات)

کے قیام کے اغراض و مقاصد

- قرآن وسنت کی تعلیمات کا فروغ
- تعلق باللہ اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا اِحیاء
- اسلاف اور بزرگانِ دین کے افکار کی ترویج
- اِصلاحِ احوال کیلئے دینی اجتماعات کا انعقاد
- علومِ دینیہ اور عصریہ کی تعلیم
- اِسلامک لرننگ کورس اور درسِ قرآن کا اہتمام
- عظمتِ رفتہ کی بحالی اور روشن مستقبل کا شعور
- اِصلاحِ معاشرہ تعمیرِ ملت اور احترامِ انسانیت کی بحالی کیلئے اتحادِ اُمت کی کوشش

برائے رابطہ
جامعہ ملّیہ رسولیہ (برائے طالبات)
چک نمبر 154 گ ب تحصیل گوجرہ ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ
046-3445512

Al-Baghdad Printers FSD.
Tel:041-8768807

Marfat.com